مسلمانوں کی حقیقی تصویر

(غلط فہمیوں کا ازالہ)

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد جرجیس کریمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کی حقیقی تصویر

(غلط فہمیوں کا ازالہ)

مولانا محمد جرجیس کریمی

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی ۲۵

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطبوعات ہیومن ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) نمبر ۹۲۱
© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : مسلمانوں کی حقیقی تصویر (غلط فہمیوں کا ازالہ)

مصنف : مولانا محمد جرجیس کریمی

صفحات : ۱۶۴

اشاعت : اپریل ۲۰۰۶ء

تعداد : ۱۰۰۰

قیمت : -/۵۵ روپے

ناشر : مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

ذی ۳۰۷، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵

فون: ۲۶۹۱۱۶۵۲، ۲۶۹۱۴۳۳۱ فیکس: ۲۶۳۱۷۸۵۸

E-mail: mmipub@nda.vsnl.net.in

Website: www. mmipublishers.net

مطبوعہ : اصیلہ آفسٹ پرنٹرز، نئی دہلی-۲

2006
University
Jamia Millia Islamia, Jamia Nagar, New Delhi-25

MUSALMANON KI HAQIQI TASWEER (Urdu)
By: Maulana Muhammad Jarjees Karimi
Pages: 164
Price: Rs.55.00

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترتیب

پیش لفظ ۷

تمہید ۹

- مسلمانوں کے بارے میں موجودہ تاثرات ۹
- قرآن مومن کی کیا تصویر پیش کرتا ہے ۱۱
- مومن اور اس کا اخلاق ۱۵

باب اول تعلق باللہ اور مسلمان ۲۳

ایمان۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق کی بنیاد ۲۳

اطاعت ۲۷

محبت ۳۰

ذکر ۳۳

عبادت ۳۷

نماز ۳۸

روزہ ۴۰

زکوٰۃ ۴۱

حج ۴۱

تعلق باللہ کی بعض دیگر صورتیں ۴۲

توکل ۴۲

رجا ۴۳

خوف ۴۳

دعا ۴۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دوم	مسلمان اور اخلاق	۴۵
اخلاق اور ایمان		۴۵
مومن کے اخلاق کا مقصد		۴۶
بندگیِ رب کے ساتھ خدمت خلق		۵۰
جود وسخا		۵۰
حسن سلوک		۵۱
خلق خدا پر رحمت وشفقت		۵۲
وفاداری		۵۳
تواضع وخاک ساری		۵۴
لطف ونرمی		۵۶
خلاصۂ بحث		۶۲
باب سوم	صبر اور مسلمان	۶۵
صبر کا مفہوم		۶۵
صبر مومن کا لباس ہے		۶۶
صبر کا مقصد		۶۹
صبر کا محل		۷۰
آفات دنیا پر صبر		۷۰
نفسانی خواہشوں پر صبر		۷۰
اللہ کی اطاعت پر صبر		۷۲
اشاعت دین کی مشکلات پر صبر		۷۳
میدان جنگ میں صبر		۷۶
انسانی تعلقات میں صبر		۷۶
صبر کے منافی اعمال		۷۷
باب چہارم	دہشت گردی اور مسلمان	۸۱
اسلام میں جبر واکراہ نہیں		۸۲
دوسرے مذاہب کے احترام کا حکم		۸۴
دوسروں کی اذیتوں پر صبر کی تلقین		۸۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقیدے کی بنیاد پر نفرت کی ممانعت ۸۶
غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید ۸۷
صدقہ وخیرات میں غیر مسلموں کا حق ۸۹
صلح وروادار ی پر زور ۹۱
حالت جنگ میں اچھے برتاؤ کی تاکید ۹۲
غیر متعلق سے انتقام پسندیدہ نہیں ۹۴
دشمنوں کے ساتھ عدل وانصاف ۹۵
عام جانوروں کے ساتھ تشدد ممنوع ہے ۹۵
حسن اخلاق کا حکم عام ہے ۹۸
کسی کی جان کے درپے ہونا مومن کی شان نہیں ۱۰۰
مومن عافیت پسند ہوتا ہے ۱۰۳
دشمن کے خلاف بددعا سے پرہیز ۱۰۳
آیات جہاد وقتال کا پس منظر ۱۰۶
امن وامان ہر شخص کو مطلوب ہے ۱۰۶
دفاع کا حق ۱۰۷
اجتماعی دفاع ۱۰۷
دوسروں کی طرف سے مدافعت ۱۰۸
معاہدہ شکنی قابل سزا جرم ۱۰۸
ملک وریاست سے غداری اور اس کی سزا ۱۰۹
جہاد کا اعلیٰ مقصد ۱۱۰
جہاد وقتال مسلمانوں کا مرغوب مشغلہ نہیں ۱۱۱
جہاد اور اس کی شرائط ۱۱۲
(۱) منظم حکومت ۱۱۳
(۲) بین الاقوامی معاہدوں کی پابندی ۱۱۸
(۳) تبلیغ دین ۱۱۹
(۴) کامیابی کے امکانات ۱۲۰
انفرادی دفاع اور جہاد ۱۲۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم انسانیت کی حقیقی خیر خواہی اور مسلمان ۱۲۳

انسانیت کا حقیقی مسئلہ کیا ہے؟ ۱۲۳

موت ایک ناقابل انکار حقیقت ۱۲۴

جہنم کی آگ کیا ہے؟ ۱۲۶

جہنم میں کون جائے گا؟ ۱۲۸

جہنم کہاں ہے؟ ۱۲۹

نبیوں کی بعثت کا مقصد ۱۳۲

مسلمانوں کا فرض منصبی ۱۳۳

خدمت خلق اور مسلمان ۱۳۶

باب ششم کیا مسلمانوں کو جہالت سے محبت ہے؟ ۱۴۱

قرآن کا تصور علم ۱۴۱

علم کی فضیلت و اہمیت سے متعلق احادیث ۱۴۳

مسلمانوں کی علمی خدمات ۱۴۷

باب ہفتم صفائی ستھرائی اور مسلمان ۱۴۹

اسلام میں ظاہری صفائی ستھرائی کی تاکید ۱۵۰

جسمانی صفائی ستھرائی کے بعض دیگر تقاضے ۱۵۴

گھروں اور راستوں کی صفائی کا حکم ۱۵۵

صفائی ستھرائی کے بعض دیگر پہلو ۱۵۷

صفائی ستھرائی کا باطنی پہلو ۱۶۰

ماخذ و مراجع ۱۶۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

ایک طرف عام مسلمانوں کے ظاہری اعمال ہیں، دوسری طرف ان کے بارے میں شدید غلط فہمیاں اور مبالغہ آمیز پروپیگنڈے ہیں اور تیسری طرف اسلام کی صاف ستھری تعلیمات ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فی الوقت مسلمانوں کے اندر دین کے تعلق سے بہت سی عملی کمزوریاں اور خامیاں موجود ہیں، جن کی بہ ہر حال اصلاح ہونی چاہیے۔ مگر ان کو مسلمانوں کے زبردست عیوب کی بھیانک شکل میں پیش کرنا بھی صحیح اور مبنی بر انصاف رویہ نہیں ہے۔ زیر نظر کتاب میں دونوں فریقوں کو مخاطب بنایا گیا ہے۔ ایک طرف مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ اپنی اصلاح کریں اور ان پہلوؤں کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے، جن میں اصلاح مطلوب ہے۔ دوسری طرف ان کے سلسلے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا بھی ازالہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مسلمانوں کی اصلاح دنیا اور آخرت میں ان کی نجات اور کامیابی کی ضامن ہے۔ اس کے علاوہ اس کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے اسلام کی صاف ستھری تعلیمات داغ دار ہو رہی ہیں اور اسلام کی طرف آنے والے تردد اور تذبذب کے شکار ہو رہے ہیں۔

غلط فہمیوں کا تعلق اگر صرف مسلمانوں سے ہوتا تو ان کی تردید کی چنداں ضرورت نہ تھی مگر المیہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ اسلام کو بھی نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے اعمال دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ افراد کے ذریعے کسی مذہب کو پرکھنے کا طریقہ ہی غلط ہے۔ مذہب کا معیار افراد نہیں بلکہ اس کے عقائد اور تعلیمات ہوتی ہیں۔ اگر اسلامی تعلیمات میں کوئی خوبی ہے تو مسلمانوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے اسے رد نہیں کیا جانا چاہیے۔ اسلام کا مطالعہ صحیح نقطۂ نظر سے ہو اس صورت میں وہ نتیجہ خیز ہوگا۔

مسلمانوں کی بداعمالیاں ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے بھی ہیں اور بالواسطہ طور پر ان میں دوسروں کا بھی حصہ نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر مسلمانوں کے جذباتی اور بے صبرا ہونے، تعلیمی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طور پر پس ماندہ ہونے، صفائی ستھرائی میں بد ذوق ہونے اور خدمت خلق کے کاموں میں پیچھے رہنے میں سیاست وقت کی بھی کچھ نہ کچھ کارفرمائیاں ضرور ہوتی ہیں۔ مسلمانوں کے سامنے بعض ایسے مسائل جان بوجھ کر پیدا کر دیے جاتے ہیں کہ وہ جذبات کی رو میں آجائیں اور بے صبری کا مظاہرہ کریں۔

مسلم آبادیوں کے لیے اسکول و کالج قائم کرنے کے سلسلے میں حکومت وقت ہمیشہ بخل سے کام لیتی رہی ہے۔ مسلم محلوں کی صفائی کی طرف قصداً توجہ کم کی جاتی ہے۔ اس طرح مسلمانوں کو سرکاری نوکریوں میں جگہ نہ دینے کی مستقل پالیسیوں کی وجہ سے مسلمان خود کنواں کھود کر پانی پینے کے محاورے پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے خدمت خلق کی بڑی بڑی مہموں میں نمایاں طور پر حصہ نہیں لے پاتے۔ مسلمانوں کے بارے میں رائے قائم کرتے وقت ان عوامل کو بھی نظر میں رکھنا چاہیے۔

مسلمان فی الوقت دوہرے حالات کے شکار ہیں یعنی ایک طرف ان کو مختلف طریقوں سے نظر انداز کیا جاتا ہے دوسری طرف ان کے اعمال و کردار کی طرف انگلی بھی اٹھائی جاتی ہے۔ ایسی صورت میں ان پر دوہری ذمے داریاں عائد ہو جاتی ہیں کہ وہ اپنے اعمال و کردار کو قرآن و حدیث کے سانچے میں ڈھالیں اور لوگوں کو حرف گیری کا موقع نہ دیں۔

زیر نظر کتاب 'مسلمانوں کی حقیقی تصویر' کی تیاری میں، میں ذمے داران ادارہ خصوصاً محترم مولانا سید جلال الدین عمری صدر ادارۂ تحقیق و تصنیف اور محترم ڈاکٹر فضل الرحمان فریدی سکریٹری ادارۂ تحقیق و تصنیف کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اس کا موقع عنایت فرمایا اور وقتاً فوقتاً رہ نمائی فرماتے رہے اور ماہ نامہ زندگی نو کے مختلف شماروں میں اس کے اکثر حصوں کو شائع کر کے حوصلہ افزائی کرتے رہے۔ کارکنان ادارہ محترم مولانا سلطان احمد اصلاحی اور ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی بھی شکریے کے مستحق ہیں، جنھوں نے اپنے مفید مشوروں سے کتاب کو بہتر بنانے میں مدد کی۔ تصنیفی اکیڈمی کے ذمے داران کے لیے بھی تشکر و امتنان ہے، جنھوں نے اس کی اشاعت کی منظوری مرحمت فرمائی اور اس کے اسباب مہیا کیے۔ اللہ تعالیٰ اس کا فائدہ عام کرے اور میرے لیے آخرت کا توشہ بنائے آمین۔

ان اللّٰہ ھو الموفق و المستعان

محمد جرجیس کریمی
۲؍فروری ۲۰۰۵ء
۲۲؍ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی
پوسٹ بکس نمبر ۹۳ علی گڑھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہید

مسلمانوں کے بارے میں موجودہ تاثرات

موجودہ دور میں اسلام اور مسلمان بحث کا موضوع بنے ہوئے ہیں لیکن اس بحث میں عام طور پر اسلام اور مسلمانوں کی خوبیوں اور خصوصیات کو اجاگر کرنے کے بجائے ان کی خامیوں اور کم زوریوں کو نمایاں کیا جاتا ہے خصوصاً مسلمانوں کی خامیوں اور کمیوں کا ذکر کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اسلام اور اس کی تعلیمات یہی ہیں، جن کے ماننے والے یہ مسلمان ہیں۔ قرآن وحدیث میں ایک مومن کو جن اوصاف وصفات کا حامل بتایا گیا ہے اس کے برعکس اوصاف وصفات کا انتساب ان کی طرف کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک مسلمان کا اللہ سے گہرا تعلق ہوتا ہے، اس کی سوچ فکر اور عمل میں اس کے اثرات نمایاں ہوتے ہیں مگر اس پر الزام لگایا جاتا ہے کہ مسلمان تو دنیا پرست ہوتے ہیں اور اس کی زندگی سفلی جذبات سے عبارت ہوتی ہے۔ مومن کی نگہ بلند ہوتی ہے مگر کہا جاتا ہے کہ وہ سطحیت پسند ہوتے ہیں، دینی و دنیاوی امور میں مومن کا رویہ حقیقت پسندانہ ہوتا ہے مگر حقیقت پسندی کو انتہا پسندی کا نام دے دیا گیا ہے۔ اعلیٰ اخلاق، ایثار، وسیع النظری، صلح پسندی اور وفاداری مومن کا شیوہ ہے مگر اس کو بدخلق، کم ظرف، جھگڑالو اور دھوکہ باز جیسی صفات سے متصف کیا جاتا ہے۔ مومن جہد مسلسل کا پیکر، جذبہ خدمت خلق سے معمور، امن کا پیامبر، علم کا شیدائی، پاک باز، اعتدال پسند اور مستقل مزاج ہوتا ہے لیکن اہل زمانہ انھیں کاہل، خودغرض، عیش پرست، دہشت گرد، ان پڑھ، جاہل، عیاش، متلون مزاج اور افراط وتفریط کا شکار بتاتے ہیں۔ ان کے نزدیک آج مسلمانوں کے اندر ساری منفی صفات یک جا ہوگئی ہیں۔ چناں چہ ان کی انفرادی زندگی کا مشاہدہ کریں تو وہاں جذباتیت،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گندگی، بے سلیقہ پنی، بدمزاجی اور لاپرواہی نظر آئے گی اور اجتماعی زندگی کا مطالعہ کریں تو وہاں اختلاف وانتشار، ظلم وناانصافی، ہٹ دھرمی اور سنگ دلی کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آئے گا۔ غرض کہ آج کوئی خوبی اور اچھائی مسلمانوں میں موجود نہیں ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ مسلمان ان کمیوں اور خامیوں سے بالکلیہ پاک ہیں مگر جو لوگ مسلمانوں کی عیب جوئی کرتے ہیں ان کا مقصد محض مسلمانوں کی کمیاں وخامیاں بیان کرنا نہیں ہوتا بلکہ وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ دراصل اسلام بھی انہی خامیوں اور خرابیوں کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا اے لوگو جو اسلام کی طرف جانے کا رجحان رکھتے ہو، جن کے اندر حق کی قبولیت کا مادہ موجود ہے، جن کی فطرت سلیم ہے اور جو امن وچین کی زندگی اور دنیا وآخرت کی کامیابی چاہتے ہیں وہ پہلے سوچ لیں۔ اسلام تو دراصل وہ مذہب ہے جو آدمی کو اچھائیوں سے دور کر دیتا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو خود مسلمانوں میں یہ خرابیاں کیوں موجود ہیں؟

مسلمانوں کے بارے میں قرآن بھی بحث کرتا ہے اور مختلف پہلو سے اس نے اس کی خصوصیات کو بیان کیا ہے قبل اس کے کہ دیکھیں کہ وہ خصوصیات اور خوبیاں کیا ہیں، جن کو قرآن نے ایک مومن کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ اس بارے میں چند درج ذیل باتوں پر غور کر لیتے ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ نے عام مسلمانوں کے اعمال وکردار کو حق وباطل کا معیار قرار نہیں دیا ہے کہ وہ جو کریں وہی اسلام کی تعلیمات کہلائیں بلکہ خود ان سے بہتر سے بہتر اعمال کا تقاضا کیا گیا ہے اور بعض وقت ان کو سخت تنبیہ بھی کی گئی ہے کہ اگر انھوں نے قرآن وحدیث کی راہ ترک کر دی اور اس پر قائم نہ رہیں تو اس کا انجام ٹھیک نہیں ہوگا۔

۲- ایمان وعمل کا کوئی مرحلہ ایسا نہیں ہے کہ جہاں آدمی اصلاح سے بے نیاز ہو جاتا ہو اور مزید اس کو اپنے اعمال صالحہ میں اضافے کی ضرورت نہ ہو۔ مسلمانوں کے اندر جتنی بھی خرابیاں پائی جاتی ہیں خود ان میں اپنی اصلاح کا احساس شدت کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔ دوسری صورت میں علماء وواعظین مسلسل ان کو ان کی کمزوریوں اور خامیوں کو دور کرنے کی طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں۔

۳- ایسا نہیں ہے کہ مسلمانوں کے اندر صرف خرابیاں ہی پائی جاتی ہیں اور ان کے اندر صرف بدبو اور گندگی ہی بھری ہوئی ہے بلکہ وہ بہت سی خوبیوں کے بھی مالک ہوتے ہیں اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے اندر اخلاق و کردار کی خوش بو بھی ہوتی ہے۔ جو لوگ مسلمانوں کے خلاف غلط پروپیگنڈہ کرتے ہیں اور لوگوں کو ان سے دور رہنے کا مشورہ دیتے ہیں وہ ان کی خوبیوں کو بیان کر کے انھیں اپنانے کی دعوت کیوں نہیں دیتے؟

۴- ایسا بھی نہیں ہے کہ جو مسلمانوں کی عیب جوئی کرتے ہیں وہ خود عیوب اور خرابیوں سے پاک ہیں اور ان کو خود اپنی اصلاح کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اگر ان کی زندگیوں کا جائزہ لیا جائے تو اس سے کہیں زیادہ گندگی نظر آئے گی جتنی ان کو مسلمانوں میں نظر آتا ہے۔ لیکن چوں کہ انھوں نے مسلمانوں کے بارے میں غلط پروپیگنڈہ کا بیڑا اٹھا رکھا ہے لہٰذا ہر مسلمان ان کو عیوب کا مجموعہ نظر آتا ہے۔ آیئے اب قرآن کی روشنی میں ایک مومن کا عمومی جائزہ لیتے ہیں۔

قرآن مومن کی کیا تصویر پیش کرتا ہے

مومن کا ایمان ہی تعلق باللہ سے شروع ہوتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین نہ رکھتا ہو وہ مومن نہیں ہو سکتا لیکن ایک مومن کا اللہ سے تعلق صرف ایمان کی حد تک ہی نہیں ہوتا بلکہ اس سے محبت، لگاؤ، خشوع و خضوع، اطاعت، استعانت، استغفار و توکل، اس کی رضا کا حصول اور اس کی عبادت۔ ان میں سے ہر ایک چیز اللہ سے تعلق میں شامل ہے اور ان میں سے کوئی بھی عمل محض الفاظ کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ ایک برتاؤ اور ایک عمل ہے، جس سے ظاہری اور باطنی، ہر اعتبار سے اللہ سے تعلق کا اظہار ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مومن کا اللہ سے جو تعلق ہوتا ہے وہ خالص ہوتا ہے۔ اس سے تعلق کی کسی بھی نوعیت میں کسی دوسری ذات کی شرکت کا ذرا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ اور اگر ایسا ہو تو مومن کا ایمان ہی خطرے میں پڑ جائے گا۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس بات کو واضح کر دیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا ۢ بَعِيْدًا ۝

(النساء:۱۱۶)

"بے شک اللہ اسے معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی اور کو شریک کیا جائے البتہ اس کے علاوہ دوسرے گناہوں کو وہ معاف کر دے گا، جس کے لیے چاہے گا۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ (البقرہ:۱۶۵)

''انسانوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہراتے ہیں، وہ ان سے محبت رکھتے ہیں ویسی جیسی کہ اللہ سے ہونی چاہیے لیکن ایمان والوں کی اللہ سے محبت ان سب سے بڑھ کر ہوتی ہے۔''

ایک مومن اللہ تعالیٰ کو ہر حال میں یاد کرتا ہے چاہے وہ قیام کی حالت میں ہو یا قعود کی حالت میں یا پہلو پر لیٹا ہو۔ اس کی زبان اللہ کی یاد سے تر رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (آل عمران:۱۹۱)

''جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی ساخت پر غور کرتے ہیں۔ وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں کہ پروردگار! یہ سب تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے۔ تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے۔ پس اے رب! ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔''

ایک حدیث میں مومن اور اللہ کے درمیان تعلق کی کیفیت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ.

(بخاری و مسلم)

''تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔''

ایسا نہیں ہے کہ ایک مومن کا اللہ سے تعلق ہے تو بندوں کے تعلقات یک لخت منقطع ہو گئے ہیں بلکہ وہ اپنے رب سے تعلق کے ساتھ اس کے بندوں سے بھی تعلقات رکھتا ہے۔ اس کا اپنے والدین سے تعلق ہوتا ہے اور گہرا ہوتا ہے۔ قرآن نے بھی اس کا مطالبہ کیا ہے کہ اللہ کے بعد والدین سے تعلقات استوار کیے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا۝

(بنی اسرائیل:۲۳،۲۴)

''تمھارے رب نے فیصلہ کردیا ہے کہ تم لوگ سوائے اس کے کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمھارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہوکر رہیں تو انھیں اف تک نہ کہو، نہ انھیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ پروردگار! ان پر رحم فرما جس طرح انھوں نے رحمت وشفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا ہے۔''

مذکورہ آیات میں والدین سے تعلق کی مختلف صورتیں بھی بیان کی گئی ہیں ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا، ان کو ذہنی وجسمانی تکالیف سے بچانا، ان کے ساتھ نرم خوئی کا معاملہ کرنا، ان کے لیے اپنے آپ کو نچھاور کردینا اور اس سے بڑھ کر ان کے لیے دعائیں کرنا۔ یہ سب والدین سے تعلق کی مختلف صورتیں ہی ہیں، جن کا مومن سے قرآن مطالبہ کرتا ہے اور جن کو ایک مسلمان اپنی عملی زندگی میں برت کر دکھاتا ہے۔

والدین کے بعد مومن کا تعلق اپنی بیوی سے ہوتا ہے اور یہ تعلق محض جسمانی نہیں بلکہ اخلاقی اور روحانی بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا۝ (النساء:۱۹)

''ان کے ساتھ بھلے طریقہ سے زندگی بسر کرو اگر وہ تمھیں ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمھیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ (النور:۶۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جب گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو، دعائے خیر، اللہ کی طرف سے مقرر فرمائی ہوئی، بڑی بابرکت اور پاکیزہ۔''

بیوی کے بعد مومن کا اپنی اولاد سے تعلق ہوتا ہے۔ اولاد سے تعلق کے سلسلے میں یک گونہ اس پر ذمے داریاں بھی ہوتی ہیں کہ وہ ان کی تعلیم و تربیت کی بھی فکر کرے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (التحریم:۶)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔''

والدین، بیوی اور اولاد کے بعد آدمی کا تعلق اپنے عزیزوں اور رشتے داروں سے ہوتا ہے۔ قرآن نے اس کی بھی تاکید کی ہے کہ لوگوں سے تعلقات استوار رکھے جائیں اور کسی سے صلہ رحمی کا تعلق منقطع نہ کیا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ عزیز و اقارب سے تعلق محض زبانی جمع خرچ کی بنیاد پر نہ ہو بلکہ فضل و احسان اور نوازش کی بنیاد پر ہو۔ چناں چہ قرآن میں جہاں بھی اس قسم کی آیات وارد ہوئی ہیں وہاں ان کے مثالی تعاون کا تذکرہ ضرور کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (النساء:۳۶)

''اور تم سب اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔ قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی سے اور مسافر سے احسان کا معاملہ رکھو۔''

عزیز و اقارب کے بعد مسلمانوں سے تعلقات کا مسئلہ ہے۔ قرآن نے اس بارے میں بھی واضح تعلیمات دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ (الحجرات:۱۰)

''بے شک سارے مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ پس اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝

(الحجرات:۱۲)

''اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تمھارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے۔ دیکھو، تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔ اللہ سے ڈرو، اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔''

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

(آل عمران:۱۳۴)

''جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔ ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔''

دوسری آیات میں مومن کا مومن سے تعلق کی آخری شکل یوں بیان کی گئی ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ (التوبہ:۷۱)

''مومن مرد اور مومن عورتیں۔ یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔''

مومن اور اس کا اخلاق

جہاں تک مومن کے اخلاق کا سوال ہے تو ایمان بجائے خود ایک ایسی طاقت ہے، جو پست صفات اور رذیل حرکات سے آدمی کو روکتی ہے، اعلیٰ صفات اور پاکیزہ اخلاق کی رغبت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب بھی اپنے بندوں کو کسی خیر کی دعوت دی یا انھیں کسی برائی سے نفرت دلانا چاہا تو اس کو اس کے دلوں میں بیٹھے ہوئے ایمان کا لازمی تقاضا قرار دیا۔ قرآن میں جا بجا مومنوں کو "یایھا الذین آمنوا" سے خطاب کیا گیا ہے۔ جیسے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۝

(توبہ:۱۱۹)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔"

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ (البقرہ:۱۵۳)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، صبر اور نماز کے ذریعہ مدد چاہو۔"

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ (البقرہ:۲۵۴)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، ہم نے جو کچھ تمھیں دے رکھا ہے، اس میں سے خرچ کرو۔"

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ (المائدہ:۱)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، عہدوں کو پورا کرو۔"

غرض کہ اس طرح کی بہت سی آیات میں اہل ایمان کو اچھے اعمال پر ابھارا گیا ہے اور برے اعمال سے روکا گیا ہے۔

قرآن میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انسان کے اندر بہت سی خواہشیں پائی جاتی ہیں، جن کی تکمیل کی وہ تمنا اور کوشش کرتا ہے۔ ان خواہشوں کو اگر بے محابا چھوڑ دیا جائے تو وہ رذائل اخلاق پر منتج ہوتی ہیں۔ آدمی کی اپنی خواہشات کو اس کا اخلاق ہی حدود کا پابند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۙ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۙ وَّ اِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۙ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۙ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۙ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۚ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ۚ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ۝ (المعارج:۱۹-۲۹)

''انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے۔ جب اس پر مصیبت آتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب اسے خوش حالی نصیب ہوتی ہے تو بخل کرتا ہے۔ مگر وہ لوگ (اس عیب سے بچے ہوئے ہیں) جو نماز پڑھنے والے ہیں، جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں، جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے، جو روز جزا کو برحق مانتے ہیں، جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں، کیوں کہ ان کے رب کا عذاب ایسی چیز نہیں ہے، جس سے کوئی خوف نہ ہو، وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔''

قرآن نے مومنوں کو جن اعلیٰ اخلاق کے اپنانے کا حکم دیا ہے، اختصار کے ساتھ ان کا بیان کیا جاتا ہے۔

اسلام حق اور سچائی کی آخری صورت ہے۔ اس لیے وہ جھوٹ اور غلط باتوں کو سخت نفرت سے دیکھتا ہے۔ اس میں کسی بھی اعتبار سے جھوٹ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ چناں چہ ارشاد نبوی ہے کہ مومن بخیل و بزدل تو ہو سکتا ہے مگر جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ آں حضور ﷺ کو جھوٹ سے سخت نفرت تھی۔ اس لیے قرآن میں حکم وارد ہوا ہے کہ انصاف وحق کے علم بردار بنو، چاہے وہ اپنے عزیز و اقارب کے خلاف جاتا ہو۔ ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ۝ (النساء:۱۳۵)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، انصاف کے علم بردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو گرچہ تمھارے انصاف اور تمھاری گواہی کی زد تمھاری اپنی ذات پر یا تمھارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔''

ایک دوسری جگہ امانت و دیانت کے خلاف رویہ اپنانے والے کے لیے قرآن میں اس طرح وعید آئی ہے:

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۝ (آل عمران:۱۶۱)

''اور جو کوئی خیانت کرے تو وہ اپنی خیانت سمیت قیامت کے روز حاضر ہو جائے گا۔ پھر ہر متنفس کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ (الانفال:۲۷)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، جانتے بوجھتے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو۔ اپنی امانتوں میں غداری کے مرتکب نہ ہو۔''

ایک دوسری جگہ یوں ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ (النساء:۵۸)

''اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔''

مومن کی زندگی فضول کاموں سے دور ہوتی ہے۔ وہ ہر لغو اور لایعنی باتوں سے بچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ۝

(المؤمنون:۱-۴)

''یقیناً فلاح پائی ایمان لانے والوں نے، جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں، لغو بات سے دور رہتے ہیں، زکوٰۃ کے طریقے پر عامل ہوتے ہیں۔''

مومن کا رویہ اختلاف کے وقت پروقار ہوتا ہے۔ وہ کسی جھگڑالو سے اُلجھتے نہیں پڑتے بلکہ بہتر طریقہ سے اس کا دفعیہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ۝

(حٰمٓ السجدۃ:۳۴)

''اور نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔ تو دیکھو گے کہ جس کے ساتھ تمہاری عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی جاہل، مومن سے الجھتا ہے، برا بھلا کہتا ہے اور نامناسب رویہ اختیار کرتا ہے تو اس سے بھی وہ بچ کر نکل جاتا ہے اور خاموشی اختیار کر لیتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۝ (الفرقان:۶۳)

''رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور جاہل ان کے منہ آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام۔''

مومن ایثار و قربانی کا پیکر اور جذبۂ خدمت خلق سے معمور ہوتا ہے۔ وہ غریبوں، مسکینوں اور معذوروں کا بلا کسی احسان و بدلے کے تعاون کرتا ہے حتیٰ کہ وہ خود ضرورت مند ہوتا ہے لیکن وہ اپنی ضروریات پر دوسروں کو ترجیح دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا۝

(الدھر:۸،۹)

''اور اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (زبان حال سے وہ کہتے ہیں کہ) ہم تمھیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ (الحشر:۹)

''اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے وہ فلاح پانے والے ہیں۔''

مومن کا دل ایک صاف آئینہ ہوتا ہے۔ اس کا سینہ عداوت، کینہ، بغض اور حسد سے پاک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (الحشر:۱۰)

''اور جو ان اگلوں کے بعد آئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں، اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کوئی بغض نہ رکھ۔ اے رب! تو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔''

مومن صبر و عزیمت کا پیکر ہوتا ہے۔ وہ ہر حال میں اللہ پر توکل کا دامن تھامے رہتا ہے چاہے حالات جیسے نا گفتہ بہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مَالَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰنَا سُبُلَنَا ۭ وَ لَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ۭ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (ابراہیم:۱۲)

''اور ہم کیوں نہ اللہ پر بھروسا کریں جب کہ ہماری زندگی کی راہوں میں اس نے ہماری رہنمائی کی ہے۔ جو اذیتیں تم لوگ ہمیں دے رہے ہو؟ ان پر ہم صبر کریں گے۔ اور بھروسا کرنے والوں کا بھروسا اللہ ہی پر ہونا چاہیے۔''

مومن کا رویہ دوسروں کے ساتھ عفو و درگزر کا ہوتا ہے چاہے خود اس کے ساتھ کیسی زیادتی ہوتی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۠ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النور:۲۲)

''تم میں سے جو لوگ صاحب فضل اور صاحب مقدرت ہیں، وہ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ اپنے رشتہ دار مسکین اور مہاجر فی سبیل اللہ لوگوں کی مدد نہ کریں گے۔ انھیں معاف کر دینا چاہیے اور درگزر کرنا چاہیے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں معاف کرے؟ اللہ کی صفت یہ ہے کہ وہ غفور و رحیم ہے۔''

مومن حرص و آز اور بخل سے کوسوں دور ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے دولت سے نوازا ہے تو وہ اللہ کی امانت ہی سمجھتا ہے اور بڑھ چڑھ کر غریبوں، مسکینوں اور اللہ کے راستے پر خرچ کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○

(البقرہ:۲۷۴)

''جو لوگ اپنے مال شب و روز کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا مقام نہیں ہے۔''

مومن کی معاشی زندگی میانہ روی اور اعتدال پر مبنی ہوتی ہے۔ نہ وہ افراط سے کام لیتا ہے اور نہ تفریط کی روش اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَ کَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا ○ (الفرقان:۶۷)

''اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل بلکہ ان کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے۔''

مومن کی پوری زندگی پاکیزگی اور نظافت کا اعلیٰ نمونہ ہوتی ہے۔ گندگی اور غلاظت سے اسے نفرت ہوتی ہے۔ پاکیزگی سے مراد محض جسم اور ظاہر کی پاکیزگی نہیں ہے بلکہ مومن کا دل و دماغ، احساسات و جذبات اور فکر و سوچ، ہر چیز پاکیزہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَ اَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَ اَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ ؕ وَ اِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّھَّرُوْا ؕ وَ اِنْ کُنْتُمْ مَّرْضٰٓی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْھِکُمْ وَ اَیْدِیْکُمْ مِّنْہُ ؕ مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَھِّرَکُمْ وَ لِیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ○

(المائدہ:۶)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، جب تم نماز کے لیے اٹھو تو چاہیے کہ اپنے منہ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو و اور سروں پر ہاتھ پھیر لو اور پاؤں ٹخنوں تک دھو لیا کرو۔ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر جنابت کی حالت میں ہو تو نہا کر پاک ہو جاؤ۔ اگر بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو (جماع کیا ہو) اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔ بس اس پر ہاتھ مار کر اپنے منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو۔ اللہ تم پر زندگی کو تنگ نہیں کرنا چاہتا مگر وہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دے شاید کہ تم شکر گزار بنو۔''

دوسری اقوام و مذاہب کے تعلق سے مومن کا رویہ روادارانہ اور صلح پسندانہ ہوتا ہے۔ نہ وہ دوسرے مذاہب اور ان کی شخصیات پر بے جا تنقید کرتے ہیں اور نہ اس سلسلے میں جارحانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۠ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (الانعام:۱۰۸)

''اور (اے مسلمانو!) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں، انھیں گالیاں نہ دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔ ہم نے تو اسی طرح ہر گروہ کے لیے اس کے عمل کو خوش نما بنا دیا ہے، پھر انھیں اپنے رب ہی کی طرف پلٹ کر آنا ہے۔ اس وقت وہ انھیں بتا دے گا کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ (المائدہ:۸)

''کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔''

یہ قرآن کی روشنی میں مومن کی تصویر کا ایک عمومی جائزہ ہے۔ آیئے اب تفصیل سے قرآن و حدیث کی روشنی میں مسلمانوں کی صحیح تصویر کو دیکھنے کی کوشش کریں، جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ مسلمانوں کے خلاف آج جو پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے اور اسلام مسلمانوں کو کس نگاہ سے دیکھتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب: اوّل

تعلق باللہ اور مسلمان

کوئی شخص اگر شعوری طور پر ایمان سے آشنا ہو جائے تو سب سے پہلے اس کے رویے میں جو تبدیلی رونما ہوگی وہ یہ ہے کہ وہ تمام دنیاوی علائق سے تعلق منقطع کر کے اللہ وحدہٗ لاشریک سے گہرا سے گہرا تعلق استوار کرنے کی فکر کرے گا۔ دنیاوی زیب و زینت اور اکل و شرب کی لذتیں اس کو پھیکی معلوم پڑیں گی اور اللہ تعالیٰ سے قرب کی خواہش اور اس کی دیدار کی تمنا تمام خواہشوں اور تمناؤں پر غالب آجائے گی۔ اگر کسی مسلمان کا دعویٰ ایمانی کے باوجود، اللہ تعالیٰ سے تعلق گہرا نہیں ہوتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایمان میں کھوٹا ہے اور اس کو اپنے ایمان کی تجدید اور اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔ انسان کا دل وہ جگہ ہے کہ ایک وقت میں یا تو اللہ تعالیٰ کی محبت (ایمان) لائے گی یا دنیا کی محبت اس کو اپنا مسکن بنائے گی۔ بیک وقت دونوں کا اس میں سمانا ناممکن ہے۔ اسی لیے ایک مومن، مومن رہتے ہوئے دنیادار اور دنیا پرست نہیں ہوسکتا ہے۔ ذیل میں واضح کیا جاتا ہے کہ ایک مسلمان کا اللہ تعالیٰ سے کیسا تعلق ہوتا ہے اور اگر نہ ہو تو ہونا چاہیے۔

ایمان۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق کی بنیاد

بہ حیثیت ایک مخلوق کے کافر اور مومن برابر ہیں لیکن ایمان و کفر کے حوالے سے دونوں میں گہرا فرق ہے۔ ایمان کے معنی یقین کرنے کے ہیں اور کفر کے لغوی معنی پردہ ڈالنے کے ہیں اور اصطلاحی معنی انکار کرنے کے ہیں۔ گویا ایک کافر اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کر کے اپنے اور اللہ کے درمیان پردہ حائل کر لیتا ہے اور ایک مومن اس پر یقین کر کے اس سے تعلق کی بنیاد ڈالتا ہے جب کہ ایک کافر اس کی ذات کا انکار کر کے تعلق کی بنیاد ہی کو ڈھا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝ (الحج:۳۱)

''اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک (کفر) کرے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا۔ اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا اس کو ایسی جگہ لے جا کر پھینک دے گی جہاں اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔''

اس آیت کا مرکزی مفہوم یہی ہے کہ جو شخص اللہ کی ذات کا انکار کر دے تو وہ اچانک بلندیوں سے پستیوں کی طرف آن پڑتا ہے اور پھر وہ اپنے حقیقی محور سے ہٹ کر مختلف پستیوں میں چلا جاتا ہے۔ ایک دوسری آیت میں کافر کو اندھے، گونگے اور بہرے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کیوں کہ وہ کائنات کی سب سے بڑی حقیقت نہیں دیکھتا اور اس کو تسلیم نہیں کرتا اور کوئی اس کی طرف بلاتا ہے تو سن کے نہیں دیتا، جب کہ ایک مومن کے سامنے وہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے اور وہ اس کو سب سے پہلے تسلیم کرتا ہے (وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ) اور کوئی اس کی طرف بلاتا ہے تو وہ لبیک لبیک (حاضر ہوں، حاضر ہوں) کی صدا لگاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ (البقرہ:۱۷۱)

''یہ لوگ جنھوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ان کی مثال ایسی ہے جیسے چرواہا جانوروں کو پکارتا ہے اور وہ ہانک پکار کی صدا کے سوا کچھ نہیں سنتے۔ یہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں۔ پس اس لیے ان کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی۔''

ایمان ایک نور ہے (اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ) اور ایک مومن اللہ کی ذات پر ایمان لا کر اپنے آپ کو اس نور سے منور کر لیتا ہے، جب کہ کفر ایک تاریکی ہے اور ایک کافر اللہ کی ذات کا انکار کر کے اپنے آپ کو کفر کی تاریکیوں اور بھول بھلیوں میں چھوڑ دیتا ہے جہاں وہ زندگی بھر بھٹکتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَ مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۠ (النور:۳۹،۴۰)

''جنھوں نے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے دشتِ بے آب میں سراب کہ پیاسا اس کو پانی سمجھتا ہے مگر جب وہاں پہنچا تو کچھ نہیں پایا بلکہ وہاں اس نے اللہ کو موجود پایا جس نے اس کا پورا پورا حساب چکا دیا اور اللہ کو حساب لیتے دیر نہیں لگتی۔ یا پھر اس کی مثال ایسی ہے جیسے گہرے سمندر میں اندھیرا کہ اوپر موج چھائی ہوئی ہے، اس پر ایک اور موج اور اس کے اوپر بادل تاریکی پر تاریکی مسلط ہے، آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے نہ دیکھنے پائے۔ جسے اللہ نور نہ بخشے اس کے لیے پھر کوئی نور نہیں۔''

ان آیات سے بہ خوبی معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اللہ تعالیٰ سے تعلق کی اولین بنیاد ہے اور ایک مومن ایمان لا کر اللہ سے تعلق کی اسی بنیاد کو استوار کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک مومن ایمان سے کفر کی طرف واپس جانے کو ایسے ہی سمجھتا ہے جیسے اس کا آگ میں ڈالا جانا کیوں کہ اس سے تعلق باللہ کی بنیاد ہی بھسم ہو جاتی ہے، جس طرح آگ میں جل کر جسم بھسم ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اس نکتہ کو اس طرح سمجھایا ہے:

ثلاث من كن فيه وجد حلاوة الايمان: أن يكون الله و رسوله احب اليه مما سواهما و أن يحب المرء لا يحبه الا لله و أن يكره أن يعود فى الكفر كما يكره أن يقذف فى النار. (بخاری: کتاب الایمان، باب حلاوۃ الایمان)

''تین باتیں جس کے اندر موجود ہوں تو گویا اس نے ایمان کا مزہ پالیا: (۱) یہ کہ اللہ اور اس کے رسول اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو جائیں (۲) یہ کہ وہ کسی سے محبت کرے تو محض اللہ کی خاطر کرے (۳) وہ کفر کی طرف لوٹ جانے کو ایسے ہی ناپسند کرے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو وہ ناپسند کرتا ہے۔''

ایک مومن اپنے ایمان کے لیے مال و دولت، سونا یا چاندی حتیٰ کہ ساری دنیا کو چھوڑ سکتا ہے مگر وہ ایمان سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

يوشك أن يكون خير مال المسلم غنم يتبع بها شعف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجبال و مواقع القطر يفطر بدينه من الفتن.

(بخاری: کتاب الایمان، باب من الدین الفرار من الفتن)

''قریب ہے کہ ایک مسلمان کا بہترین مال اس کی بکریاں ہوں، جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش نازل ہونے کے مقام پر چلا جائے تاکہ اپنے دین کو فتنوں سے بچا سکے۔''

ایمان کے معنی محض زبان سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا اقرار کر لینے کے نہیں ہیں کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو منافقین مدینہ بھی مومن کہلاتے حالاں کہ قرآن میں بہ صراحت ان کو کافر قرار دیا گیا ہے۔ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَ هُمْ فَاسِقُوْنَ (التوبہ:۸۴)۔ اسی طرح محض دل میں اللہ کے وجود کو مان لینا بھی ایمان نہیں ہے کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو فرعون بھی مومن کہلاتا کیوں کہ اس کے دل میں بھی یہ بات تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں لیکن اس نے اپنے اعمال اور زبان سے اس کا انکار کیا (وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا (النمل:۱۴)۔ اسی طرح یہود و نصاریٰ بھی مومن کہلاتے کیوں کہ وہ بھی نبی کریمؐ کو بہ حیثیت رسول اللہ کے ایسے ہی پہچانتے تھے جیسے آدمی اپنی اولاد کو پہچانتا ہے (اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ (الانعام:۲۰)۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ایمان کے معنی دل سے یقین کرنے، زبان سے اقرار کرنے اور اعضاء و جوارح سے عمل کرنے کے ہیں چناں چہ ایک مومن کا اللہ تعالیٰ سے ایمان کے حوالے سے جو تعلق ہوتا ہے وہ محض رسمی اور خشک تعلق نہیں ہے بلکہ اس کے دل میں وہ پوری طرح جاگزیں ہوتا ہے اور زبان و عمل کے ذریعے وہ اپنے اس تعلق کا ثبوت فراہم کرتا ہے اور اگر وہ اس میں کوتاہی کرے تو اس تعلق میں کمزوری آجاتی ہے۔ چناں چہ مختلف احادیث صحیحہ میں بیان کیا گیا ہے کہ فلاں فلاں اعمال ایمان کے منافی ہیں اور ان کے مرتکبین مومن نہیں ہو سکتے۔

ایمان کی یہی وہ معنویت ہے، جس کی وجہ سے ایمان اور مومن کے درجات اور مرتبے میں فرق اور تفاوت ہے۔ جس کا دل یقین سے بھرا ہوگا اس کا ایمان اس طرح کامل ہوگا جو احکام شرع پر جس قدر عامل ہوگا وہ اسی قدر کامل مومن ہوگا، اس کے برعکس یقین و عمل کی کمی اور کمزوری سے ایمان کا درجہ بھی کم ہو جائے گا۔ مثال کے طور پر نبیوں اور رسولوں اور صحابہ کرام کے ایمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں فرق ہے۔اس طرح صحابہ کرام اور عام مسلمانوں کے ایمان میں فرق ہے۔علمائے عقائد نے بیان کیا ہے کہ ایمان ایک نور ہے اور یہ نور دل میں کبھی سورج کی طرح روشن ہوتا ہے اور کبھی جھلملاتے ستاروں کی طرح، کبھی ایک مشعل کی طرح اور کبھی محض ایک چراغ کی طرح۔ چناں چہ جس مومن کا دل نورِ ایمان سے جس قدر روشن ہوگا اس کا اللہ تعالیٰ سے اسی قدر تعلق واضح اور مضبوط ہوگا۔ جس کے ایمان کی روشنی اس کے دل میں دھیمی ہوگی اس کا تعلق باللہ بھی کم زور ہوگا اور جس کے دل میں ایمان کی روشنی سرے سے موجود نہ ہوگی اس کا اللہ سے کوئی تعلق بھی نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَالَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۠ (النور:۴۰)

''جسے اللہ نور نہ بخشے اس کے لیے پھر کوئی نور نہیں۔''

دل میں ایمان کی لو روشن ہونے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اس میں جتنی روشنی ہے اس پر قناعت کر لی جائے بلکہ قرآن وحدیث میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ اعمال حسنہ کے ذریعہ ایمان کو جلا بخشتے رہو ورنہ ہوسکتا ہے کہ ایمان کا چراغ ہی بجھ جائے۔ مومن حقیقی کی اصل روش یہی ہے اور وہ ہر وقت اپنے ایمان کی حفاظت کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ حضرت ابراہیم تیمی تابعیؒ فرماتے ہیں کہ جب بھی میں نے اپنے اعمال کا محاسبہ کیا تو مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں میں جھوٹا (منافق) تو نہیں ہوں کیوں کہ میں نے عمل کرنے سے زیادہ باتیں بنائی تھیں۔ ابن ابی ملیکہؒ فرماتے ہیں کہ میری تیس سے زیادہ صحابہ کرامؓ سے ملاقات رہی اور میں نے ان میں سے ہر ایک کو دیکھا کہ وہ اپنے آپ میں نفاق (ایمان کی کم زوری) سے ڈر رہے تھے۔ امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ دل میں نورِ ایمان بجھ جانے کا خدشہ ایک مومن ہی کو ہوسکتا ہے۔ ایک منافق (اور کافر) اس خدشے سے عاری ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ مومن کے اندر اپنے اعمال ضائع ہوجانے کا خوف بھی ایمان کی علامت ہے۔ (بخاری: کتاب الایمان، باب خوف المؤمن أن یحبط عملہ)

اطاعت

ایک مومن کا اللہ تعالیٰ سے جو تعلق ہے وہ یہیں تک محدود نہ ہو کہ وہ اس کی ذات پر یقین کر لے بلکہ اس سے آگے وہ اس کے احکام کی پیروی بھی کرے۔ اللہ جو حکم دے وہ اس کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجالائے، جس چیز سے وہ منع کرے اس سے رک جائے، اللہ تعالیٰ جہاں اقدام کی اجازت دے، وہاں وہ اقدام کرے اور جہاں اس سے باز رکھے وہاں وہ باز رہے۔ جہاں وہ سر جھکانے کو کہے وہاں وہ سر جھکائے اور جہاں اس سے منع کرے وہاں پھر سرِ مومن دنیا کو کوئی طاقت نہ جھکا سکے۔ اللہ نے جن چیزوں کو حلال کر دیا ہے مومن اس کو بہ رضا و رغبت استعمال کرے اور جن چیزوں کو حرام کر دیا ہے ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھے غرض کہ ایک مومن اللہ کے ایک ایک حکم کی مکمل پیروی کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۝ (التوبہ:۷۱)

''مومن مرد اور مومن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہوگی۔ یقیناً اللہ سب سے غالب اور حکیم و دانا ہے۔''

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا يؤمن احدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به.

(مشكوة المصابيح: كتاب الايمان باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

''تم میں کا کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائیں۔''

کفر جس طرح بندے کو اللہ سے دور کر دیتا ہے اسی طرح اللہ کی اطاعت سے منہ موڑنا اور اس کے احکام سے روگردانی کرنا بھی اس سے دوری کا باعث ہوتا ہے۔ چناں چہ یہود و نصاریٰ اللہ پر تو ایمان لائے تھے مگر انھوں نے اس کی مکمل اطاعت نہیں کی، جس کی وجہ سے وہ اس سے دور ہو گئے اور ان پر اس کی لعنت اور پھٹکار پڑی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَ بَآءُ وْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ۝ (البقرہ:۶۱)

''آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ ذلت وخواری اور پستی وبدحالی ان پر مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گھر گئے۔ یہ نتیجہ تھا اس کا کہ وہ اللہ کی آیات سے کفر کرنے لگے تھے اور پیغمبروں کو ناحق قتل کر دیتے تھے۔ یہ نتیجہ تھا ان کی نافرمانیوں کا اور اس بات کا کہ وہ حدود شرع سے نکل نکل جاتے تھے۔''

یہود و نصاریٰ کے حوالے سے مسلمانوں کو بار بار متنبہ کیا گیا ہے کہ انھوں نے جس طرح اللہ کی نافرمانیاں کیں اور اپنے آپ کو اس سے دور کر لیا تم بھی ایسی روش اختیار مت کرنا ورنہ تمھارا بھی وہی حشر ہوگا جو ان کا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰھُمْ اَنْفُسَھُمْ ؕ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (الحشر:۱۹)

''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انھیں خود اپنا نفس بھلا دیا۔ یہی لوگ فاسق ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی مختلف شکلیں ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، حلال وحرام کی تمیز، حدود وتعزیرات کا نفاذ، معاملات میں احکام خداوندی کی پابندی، سیاست میں کتاب وسنت کا اجرا وغیرہ۔ غرض کہ پورا دین اور پوری شریعت اللہ کی اطاعت میں شامل ہے۔ اور جب ایک مومن اپنی زندگی میں اطاعت کے اس نمونے کو پیش کرتا ہے، جو خدا اور اس کے رسول کو مطلوب ہے تو وہ اللہ سے کتنا قریب ہو جاتا ہے۔ ذیل کی حدیث میں اس کی صراحت کی گئی ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

ان اللّٰہ قال: من عادیٰ لی ولیا فقد آذنته بالحرب، وما تقرب الیّ عبدی بشی احب الی ما افترضت علیه. ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببته فکنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به و یده التی یبطش بها و رجله التی یمشی بها و ان سألنی لأعطینه و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئن استعاذني لأعيذنهٗ وما ترددت عن شيء أنا فاعله. ترددني عن نفس المؤمن يكره الموت و أنا أكره مسآءته.

(بخاری: کتاب الرقاق باب التواضع)

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے میرے دوست کے ساتھ دشمنی کا مظاہرہ کیا، اس کے خلاف میری طرف سے اعلان جنگ ہے۔ اور جس نے مجھ سے کسی ایسی چیز کے ذریعہ قربت چاہی جو اس پر فرض تھی تو وہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اور جب کبھی میرا کوئی بندہ مجھ سے نوافل کے ذریعہ قربت چاہتا ہے تو میں اس کو اپنے قریب کر لیتا ہوں اور اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔ پس میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ چاہتا ہے تو میں اسے اپنی پناہ میں ضرور لیتا ہوں، اور میں کسی ایسے کام میں جو میں کرنے والا ہوں کبھی تردد نہیں کرتا سوائے مومن کی موت کے کہ وہ اس کو ناپسند کرتا ہے اور میں مومن کی تکلیف کو ناپسند کرتا ہوں لہٰذا مجھے اس کی موت سے تردد ہوتا ہے۔''

محبت

ایک مومن کے اللہ سے تعلق کی تیسری نوعیت محبت ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ایک مومن نے اللہ کی ذات پر یقین کر لیا اور بہ جبر و اکراہ اس کی اطاعت کیے جا رہا ہے بلکہ اس کے دل میں اللہ کی محبت جاگزیں ہوتی ہے بلکہ محبت کے آخری درجہ میں وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلقات استوار رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ (البقرہ:۱۶۵)

''کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مدمقابل ٹھہراتے ہیں۔ وہ ان کے ایسے گرویدہ ہیں جیسی اللہ کے ساتھ گرویدگی ہونی چاہیے؛ حالاں کہ ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔''

محبت کے معنی رغبت کرنے کے ہیں، جس میں آدمی اپنے محبوب سے قربت کی خواہش کرتا ہے۔ اس کے مختلف درجے ہیں جیسے دل کا محبوب سے متعلق رہنا یا دل کا محبوب کو طلب کرنا یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دل کا محبوب کے لیے بے کل رہنا یا دل میں محبوب کا چھا جانا۔ محبت کا آخری درجہ وہ ہے جس میں محبت کرنے والا محبوب کی پرستش کرنے لگتا ہے اور وہ اس کے لیے اپنی جان و مال سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔ ایک مومن اللہ سے محبت کرتے میں یہ ایسا ہی ہے۔ اللہ کے مقابلے میں دنیا کی ساری چیزیں ہیچ ہیں حتیٰ کہ وہ خود اپنی جان اس پر نچھاور کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۣ (التوبہ:۱۱۱)

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کی جان اور ان کے مال کا جنت کے بدلے ان سے سودا کر لیا ہے وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں پس مارتے ہیں اور مرتے ہیں۔''

ایک مومن اللہ تعالیٰ سے صرف محبت ہی نہیں کرتا بلکہ سب سے زیادہ محبت کرتا ہے یعنی دنیا کی اور کوئی چیز اس محبت پر غالب نہیں آسکتی، چاہے رشتوں کی محبت ہو چاہے مال و دولت کی محبت ہو چاہے زمین و جائداد کی محبت ہو حتیٰ کہ خود آدمی اپنی جان کی محبت کو اللہ تعالیٰ کی محبت پر قربان کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ (التوبہ:۲۴)

''اے نبیؐ کہہ دو کہ اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے، اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارے عزیز و اقارب اور تمھارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمھارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمھارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمھارے سامنے لے آئے۔''

ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ آدمی اس وقت تک ایمان کا اصل مزہ نہیں پاتا جب تک کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو سب سے زیادہ نہ چاہنے لگے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثلاث من كن فيه وجد حلاوة الايمان: من كان الله و رسوله احب اليه مما سواهما.

(بخاری، کتاب الایمان باب من کرہ ان یعود فی الکفر)

''تین باتیں جس کے اندر ہوں گی تو گویا اس نے ایمان کا مزہ پالیا (ان میں سے ایک یہ ہے کہ) اللہ اور اس کے رسول اس کے نزدیک ان کے علاوہ دوسری تمام چیزوں سے محبوب ہو جائیں۔''

اللہ تعالیٰ سے محبت کا ایک مظہر یہ ہے کہ مومن اللہ سے ملاقات کا ہر وقت متمنی رہتا ہے کیوں کہ جو جس سے محبت کرتا ہے اس سے قریب ہونے، اس سے ملنے اور اس کا دیدار کرنے کی خواہش ہمیشہ اس کے دل میں ہوتی ہے۔ ایک مومن کو بھی اس کی آرزو رکھنا چاہیے کہ وہ جلد سے جلد اللہ تعالیٰ کا دیدار کر سکے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

من أحب لقاء الله أحب الله لقاءه و من كره لقاء الله كره الله لقاءه. (بخاری: کتاب الرقاق باب من أحب لقاء الله)

''جو اللہ سے ملاقات کا متمنی ہو، اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے؛ اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتے تو اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ سے محبت کے معنی اللہ تعالیٰ سے عشق کے نہیں ہیں جیسا کہ بعض صوفیا نے سمجھا ہے۔ انسان اور اللہ کے درمیان عاشق اور معشوق کا رشتہ نہیں ہے بلکہ عابد اور معبود کا ہے۔ ایک مومن اللہ سے ایک بندہ اور ایک عابد کی حیثیت سے محبت کرتا ہے اس لیے اس پر اپنے معبود اور خالق کی اطاعت فرض قرار دی گئی ہے اور اس محبت کے بدلے میں محبوب سے وصال اور اتصال کا وعدہ نہیں کیا گیا ہے بلکہ مغفرت اور جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝ (آل عمران:۳۱)

''اے نبیؐ لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذِکر

آدمی کو جس سے تعلق، لگاؤ اور محبت ہو، کسی نہ کسی زاویہ سے وہ اس کا ذکر کرتا رہتا ہے۔ ایک مومن کو اللہ تعالیٰ سے جو گہرا تعلق، لگاؤ اور محبت ہے اس کا تقاضا ہے کہ وہ اس کو ہمہ دم یاد رکھے، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے غرض کہ ہر لمحہ اور ہر وقت اس کو یاد کرے بلکہ اس کی یاد اس کے دل و دماغ پر چھا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (آل عمران:۱۹۱)

''جو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹے ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی ساخت پر غور کرتے ہیں۔ وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں کہ پروردگار! یہ سب تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے۔ پس اے رب! ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔''

ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ شخص جو اللہ کو یاد کرتا ہے اور وہ شخص جو اس کو یاد نہیں کرتا، ان کی مثال زندہ اور مردے کی ہے جو یاد کرتا ہے وہ زندگی سے معمور ہے اور جو یاد نہیں کرتا وہ زندگی سے عاری ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

مثل الذی یذکر ربه والذی لا یذکر مثل الحی والمیت.

(بخاری: کتاب الدعوات باب فضل ذکر اللّٰه)

''اس شخص کی مثال جو اپنے رب (اللہ) کو یاد کرتا ہے اور جو یاد نہیں کرتا مانند زندہ اور مردے کے ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی مختلف صورتیں ہیں جیسے دل میں اللہ کو یاد کرنا، اس سے خوف کھانا، اس کی عظمت و جلالت کا تصور کرنا، اس کے احکام بجالانا، توبہ و استغفار کرنا، زبان سے اس کے اسماء و صفات کا ورد کرنا، قرآن کی تلاوت کرنا، نماز، دعا، تذکیر و تبلیغ۔ یہ سب ذکر الٰہی کی مختلف صورتیں ہیں، اور ایک مومن کو ان تمام طریقوں سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہیے، اور اگر زبان سے بہ ظاہر وہ اللہ کا ذکر نہ بھی کر رہا ہو تب بھی اس کا دل یاد خدا میں مصروف و محو ہو اور اس کی یاد اس پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھائی رہے۔ایک حدیث میں وارد ہے:

يقول اللّٰه تعالىٰ: أنا عند ظن عبدى بى و أنا معه اذا ذكرنى فان ذكرنى فى نفسه ذكرتهٗ فى نفسى، و ان ذكرنى فى ملأ ذكرته فى ملأ خير منهم و ان تقرب الىّ بشبرٍ تقربت اليه ذراعا و ان تقرب الى ذراعا تقربت اليه باعا و من أتانى يمشى اتيته هرولة.

(بخاری: کتاب التوحید باب قول اللّٰہ "و یحذرکم اللّٰہ نفسہ")

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بندہ کے اپنے بارے میں گمان کے مطابق ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرے۔اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔اگر وہ مجھے محفل میں یاد کرے تو میں بھی اسے اس سے بہتر محفل میں یاد کرتا ہوں۔اگر وہ میرے قریب ایک بالشت آتا ہے تو میں اس کے قریب ایک ہاتھ آتا ہوں۔اگر وہ میرے قریب ایک ہاتھ آتا ہے تو میں اس کے قریب ایک گز آتا ہوں،اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔''

اللہ کے ذکر کے لیے کوئی مخصوص جگہ اسلام میں متعین نہیں کی گئی ہے۔ ہر جگہ اور ہر مقام پر اللہ کو یاد کیا جا سکتا ہے (سوائے پیشاب و پاخانہ اور اصطبل کے) چاہے گھر ہو چاہے بازار ہو، چاہے کھیت ہو چاہے میدان جنگ ہو، ہر جگہ اس کو یاد کیا جا سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۙ

(النور: ۳۷)

''(اللہ کے بندوں میں) ایسے لوگ ہیں جنھیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے، نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے نہیں غافل کرتی۔ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں، جس میں دل الٹنے لگیں گے اور آنکھیں پتھرا جائیں گی۔''

کھیت کھلیان اور دکان و بازار میں اللہ کو یاد کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں لیکن کیا میدان جنگ میں جب کہ گھمسان کا رن پڑا ہو، اللہ کو یاد کیا جا سکتا ہے؟ ایک حقیقی مومن اس جگہ بھی اللہ کو یاد رکھتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اس کی تسبیح وتحمید کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝ (الانفال:۴۵)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تمھارا کسی گروہ سے مقابلہ ہو (لڑائی ہو) تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو امید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔''

بعض احادیث میں ذکر الٰہی کو افضل عبادت قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ہر قسم کی عبادت اور احکام شریعت کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کی یاد ہی ہے چاہے اس کی جو بھی شکل ہو، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

ان رسول اللّٰہ ﷺ سئل أیّ العباد أفضل درجة عند اللّٰہ یوم القیامة؟ قال: ذاکرین اللّٰہ کثیراً.

(الترمذی ابواب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الذکر)

''نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک سب سے اونچا مقام کس کا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا ان لوگوں کا جو اللہ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کی خود اللہ تعالیٰ نے ستائش بیان کی ہے۔ ایک طویل حدیث میں ذکر اللہ میں مشغول بندوں کی اس طرح تعریف وتوصیف کی گئی ہے۔ ارشاد نبویؐ:

ان للّٰہ ملائکة یطوفون فی الطرق یلتمسون أهل الذکر فاذا وجدوا قوما یذکرون اللّٰہ تنادوا: هلموا الی حاجتکم فیحفونهم بأجنحتهم الی السماء الدنیا. قال فیسئلهم ربهم و هو اعلم منهم ما یقول عبادی؟ قال یقولون: یسجدونک و یکبرونک و یحمدونک و یمجدونک. قال فیقول: هل رأونی قال فیقولون: لا، واللّٰہ ما رأوک. قال فیقول: کیف لو رأونی قال فیقولون: لو راؤک کانوا أشد لک عبادةً و أشد لک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمجيداً و أكثر لك تسبيحاً قال، يقول: مما يسئلون؟ قالوا: يسئلونك الجنة. قال يقول: و هل رأوها. قال، يقولون: لا والله يا رب ما رأوها قال، يقولون: فكيف لو أنهم رأوها؟ قال، يقولون: لو أنهم رأوها كانوا أشد عليها حرصا و أشد لها طلبا و اعظم فيها رغبةً. قال: مم يتعوذون؟ قال يقولون من النار قال، يقول: هل رأوها قال يقولون لا، والله يا رب ما رأوها قال يقول فكيف لو رأوها قال فيقولون لو رأوها كانوا أشد منها فراراً و أشد لها مخافةً. قال فيقول فاني اشهدكم اني قد غفرت لهم قال ملك من الملائكة فيهم فلان ليس منهم، انما جاء لحاجة. قال هم الجلساء لا يشقىٰ جليسهم.

(بخاری: کتاب الدعوات باب فضل ذکر اللہ)

''بے شک اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے ہیں، جو راستوں کا دورہ کرتے رہتے ہیں اور ایسے لوگوں کو تلاش کرتے ہیں جو اللہ کی یاد میں محو ہوں۔ جب انھیں ایسے لوگ مل جاتے ہیں تو وہ اپنے ساتھیوں کو بلاتے ہیں کہ یہ تمھارے مطلب کی چیز ہیں اور اپنے پروں کو آسمان دنیا تک پھیلا دیتے ہیں، جس پر اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے ہیں وہ جواب دیتے ہیں کہ وہ تیری تسبیح، تکبیر اور تحمید اور تمجید کر رہے ہیں۔ اللہ ان سے پوچھتا ہے کہ کیا انھوں نے مجھے دیکھا ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ نہیں۔ اس پر اللہ سوال کرتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہوگا؟ اس پر فرشتے کہتے ہیں کہ اگر وہ تجھ کو دیکھ لیں تو اور زیادہ شدت سے تیری عبادت کرنے لگیں گے اور کثرت سے تسبیح، تکبیر و تمجید بیان کریں گے، پھر اللہ ان سے پوچھتا ہے کہ وہ کیا مانگ رہے ہیں؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ وہ جنت مانگ رہے ہیں، جس پر اللہ کہتا ہے کہ کیا انھوں نے جنت کا مشاہدہ کیا ہے؟ جواب دیا جاتا ہے کہ نہیں، پوچھا جاتا ہے کہ اگر وہ دیکھ لیں تو پھر کیا ہو؟ فرشتے کہتے ہیں کہ تب پھر اور شدت سے اس کا مطالبہ ہوگا اور زیادہ شدت سے اس کی خواہش کی جائے گی اور ان کی حرص اس پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑھ جائے گی۔ پوچھا جاتا ہے کہ کس چیز سے وہ پناہ مانگ رہے ہیں؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ جہنم کی آگ سے! سوال کیا جاتا ہے کہ کیا انھوں نے اسے دیکھا ہے؟ جواب دیا جاتا ہے کہ نہیں۔ پوچھا جاتا ہے کہ اگر وہ دیکھ لیں تو پھر کیا ہو؟ فرشتے کہتے ہیں کہ اگر وہ دیکھ لیں تو مزید اس سے خوف کھایا جائے گا اور اس سے دور بھاگا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم سب گواہ رہنا کہ میں نے ان کی مغفرت فرمادی۔ ان میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے کہ اس مجلس میں فلاں شخص اپنی کسی دنیاوی ضرورت کے تحت آیا تھا (پھر اس کی مغفرت کیسے؟) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے دوست بھی محروم نہیں ہیں۔''

عبادت

اللہ تعالیٰ سے تعلق کی ایک شکل عبادت ہے۔ اللہ پر ایمان، اس کی محبت اور اس کا ذکر ان چیزوں کا تعلق دل وزبان تک محدود ہے۔ ایک مومن جس طرح دل وزبان سے اللہ تعالیٰ سے تعلق کو استوار اور مستحکم کیے رہتا ہے اسی طرح وہ اپنے اعضاء و جوارح سے اس تعلق کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔ دل میں جس ذات عظیم کی کبریائی وعظمت پر یقین رکھتا ہے اور زبان سے جس کی بڑائی حمد وثنا اور تحمید وتسبیح کرتا ہے، اس ذات عظیم کے سامنے وہ اپنے جسم کے ہر ہر عضو کو جھکاتا، اس کا رکوع کرتا، اس کے سامنے اپنی پیشانی ٹیکتا اور اس کے سامنے گریہ وزاری کرتا ہے۔ اس کا رب جب جب اس کو اپنے دربار میں بلاتا ہے تب تب وہ حاضری دیتا ہے۔ اس کا رب جب کھانے کی اجازت دیتا ہے تو وہ کھاتا ہے اور جب اس سے منع کرتا ہے تو وہ رک جاتا ہے۔ اس کا رب جب گھر بار چھوڑ دینے کا حکم دیتا ہے تو وہ اسے چھوڑ کر راہ خدا میں نکل پڑتا ہے۔ غرض کہ وہ اپنے دل وزبان ہی سے نہیں بلکہ جسم کے ایک ایک عضو سے یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کا اپنے رب اور مالک سے تعلق قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ۚ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ قُلْ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّ ھُوَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ ۔ (الأنعام: ۱۶۲، ۱۶۳)

''(اے نبیؐ) کہہ دو کہ بے شک میری نماز، میری قربانی اور میرا مرنا اور میرا جینا سب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ رب العالمین کے لیے ہے، جس کے ساتھ کوئی شریک وساجھی نہیں۔ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور بے شک میں سب سے پہلے مسلمان ہونے والوں میں ہوں کہہ دو: کیا اللہ کو چھوڑ کر دوسرے کو رب بناؤں جو ہر چیز کا رب ہے۔''

عبادت کی مختلف شکلیں ہیں جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، دعا، استعانت، خوف، رجا، توکل، انابت، محبت، خشیت، رغبت، رہبت، رکوع وسجود، نذر اور قربانی وغیرہ۔ ان میں سے ہر شکل تعلق باللہ کی ایک خاص نوعیت کو ظاہر کرتی ہے۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ چند مثالیں دے کر اس کی وضاحت کی کوشش کی جارہی ہے کہ کس طرح ایک مومن عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے قربت کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔

نماز

اسلامی عبادات میں نماز کو اولین اہمیت حاصل ہے، یہ دن میں پانچ وقت فرض ہے جسے ادا کرنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے۔

نماز کا اصلی مقصد اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کے ساتھ وابستگی کا اظہار ہے۔ مثال کے طور پر نماز کے لیے وضو کا حکم دیا گیا ہے۔ وضو بہ ظاہر ہاتھ منھ اور پاؤں دھونے کا نام ہے مگر حقیقتاً وضو کرنے والا جسمانی وظاہری پاکی وصفائی سے زیادہ اندرونی اور باطنی پاکی وصفائی چاہتا ہے، اور اس کے بھی مختلف درجات ہیں۔ مثال کے طور پر اس کا پہلا درجہ یہ ہے کہ اعضاء و جوارح کو گناہوں اور معصیتوں کے ارتکاب سے باز رکھا جائے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ قلب کو برے خیالات اور رذائل تصورات سے پاک رکھا جائے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے تصور کے علاوہ اور کوئی تصور نہ آنے دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ ''اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔''

وضو کی طرح نماز کے لیے ایک شرط قبلہ کی طرف رخ کرنے کی ہے۔ اس کے ظاہری معنی چہرہ اور جسم کو کعبۃ اللہ کی طرف موڑنے کے ہیں لیکن اس کے حقیقی معنی خواہشات اور نفس و قلب کا رخ اللہ کی طرف موڑنے کے ہیں۔ اسی طرح قیام کا مقصد محض کھڑا ہونا نہیں ہے بلکہ اس تصور کے ساتھ کھڑا ہونا ہے کہ وہ اللہ کے حضور کھڑا ہے اور اپنے رب سے کچھ منت والتجا کر رہا ہے۔ قیام کے ساتھ نیت کی اہمیت سامنے آتی ہے۔ ایک مومن اپنے آپ میں یہ عہد کرتا ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہ ہر حال، اسے اللہ کی اطاعت کرنی ہے۔ نیت کے بعد تکبیر تحریمہ کا مرحلہ آتا ہے۔ معنی یہ ہیں کہ زبان سے اللہ کی کبریائی وعظمت کا جس طرح اقرار کیا جا رہا ہے اسی طرح دل میں بھی اس کی عظمت و کبریائی کا تصور جاگزیں ہے۔ اس کے بعد تعوذ کا مرحلہ آتا ہے۔ یہ بھی اقرار کی ایک قسم ہے۔ اس کے معنی شیطان رجیم سے پناہ مانگنے کے ہیں مگر حقیقی معنی شیطان کو اپنا دشمن تصور کرنے کے ہیں جو نہیں چاہتا کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خطاب کر سکے۔ اس کے بعد بسم اللہ کے کلمات ادا کیے جاتے ہیں، جس کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ تمام امور چاہے وہ دنیا سے متعلق ہوں چاہے دین سے اللہ تعالیٰ ہی کی ذات گرامی سے وابستہ ہیں۔ اس کے بعد آدمی سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرتا ہے، جس کا آغاز اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سے کیا جاتا ہے۔ معنی یہ ہیں کہ تمام انعامات اور بخششیں بھی براہ راست اسی ذات واحد کی عنایات کا نتیجہ ہیں۔ اس کے بعد ''اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' کا ٹکڑا وارد ہے، جس میں بندہ اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمتوں کا تصور کر۔ تر ہوئے اپنی امیدوں کو اسی سے وابستہ کرنے کا اعلان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رجاء وامید ہی کافی نہیں ہے، اس سے خوف وخشیت بھی ہونی چاہیے۔ اس کے لیے وہ ''مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ'' کے کلمات ادا کرتا ہے اور اللہ سے اپنی خشیت کا اظہار کرتا ہے۔ پھر ''ایاك نعبد'' کہہ کر بندہ اپنے اخلاص کی تجدید کرتا ہے اور ایاك نستعین سے وہ اپنی عاجزی وانکساری کا اعتراف کرتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے کچھ طلب کرنے اور مانگنے کا وقت آتا ہے اس پر بندہ ہدایت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و انعام ہی مانگتا ہے اور آخر میں ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' کہہ کر اس بات کی التجا کرتا ہے کہ اے اللہ! تو اس کو اپنے غضب سے بچا لے۔ پھر وہ رکوع وسجدہ کرتا ہے، جس میں بندہ اپنی عاجزی، تواضع اور انکسار کو ظاہر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی کبریائی، علو اور بلندی کا اعتراف کرتا ہے اور بار بار وہ اس عمل کو دہراتا ہے اور دو دو سجدے بجالاتا ہے۔ اس طرح جب وہ دوسری رکعت پوری کر لیتا ہے تو تشہد بجالاتا ہے جس میں بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے تحیات وصلوٰت اور طیبات کو مخصوص کرتا ہے اور ایک بار پھر وہ اعتراف کرتا ہے کہ ساری کائنات کا مالک وہی اللہ کی ذات واحد ہے جس کا کوئی شریک وساجھی نہیں۔ اس طرح آدمی اپنی نماز پوری کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق اور وابستگی کا دن رات میں کم از کم پانچ بار عملی طور پر اظہار کرتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روزہ

اللہ تعالیٰ نے مسلمان مرد وعورت پر سال میں ایک ماہ کے روزے فرض کیے ہیں۔ روزے کی قرآن واحادیث میں بہت سی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ روزہ ایسی عبادت ہے، جس کا اجر اللہ تعالیٰ خصوصی طور پر دے گا۔

روزہ کے معنی سحر سے افطار تک کھانے پینے اور جنسی خواہش سے رک جانے کے ہیں لیکن اس کے حقیقی معنی خواہشات نفس کو روک کر اللہ تعالیٰ کو مرکز توجہ بنانے کے ہیں۔ اس کے مختلف درجے ہیں۔ جیسے: (۱) ایک مخصوص وقت تک کے لیے کھانے پینے یا جنسی تقاضوں کی تکمیل کی حد تک اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کرنا، (۲) ہاتھ پاؤں، ناک، کان اور زبان غرض کہ تمام اعضاء وجوارح کو کسی معصیت سے آلودہ نہ ہونے دینا اور ان کو ہر طرح کی بدی سے بچانا، (۳) دل کو ماسوا اللہ سے بالکل آزاد کر دینا اور فکر وتدبر کی تمام صلاحیتوں کا اللہ کی ذات کو مدار و مرکز بنا دینا، اس کی محبت، اس کی دھن اور اسی کے نام اور اسی کے ذکر کو وظیفہ حیات ٹھہرانا۔

اس قسم کا روزہ متعدد تقاضے رکھتا ہے جو درج ذیل ہیں:

۱- نگاہوں کی حفاظت اس طور سے کہ ان کا ہدف نہ تو کوئی ناجائز ومکروہ چیز ہو اور نہ کوئی ایسا منظر جو اپنی طرف متوجہ کرے اور یاد الٰہی سے غافل کر دے۔

۲- زبان کی حفاظت اس طور سے کہ نہ صرف جھوٹ، غیبت، چغلی، فحش گوئی، سخت کلامی اور استہزا سے اجتناب کیا جائے بلکہ لاحاصل اور ذکر الٰہی کے منافی باتوں سے بھی پرہیز کیا جائے۔

۳- کانوں کی حفاظت اس طور سے کہ ان میں کوئی ایسی آواز نہ پڑنے پائے جو معصیت کی طرف بلانے والی ہو اور اللہ کی یاد سے غافل کرنے والی ہو۔

۴- جسم کے دوسرے اعضاء وجوارح کی حفاظت اس طور سے کہ ان کے ذریعہ کسی معصیت کا صدور نہ ہو۔

۵- افطار کے بعد دل میں خوف ورجا کی کیفیات کا ہونا کہ پتہ نہیں، اس کا روزہ دربار ایزدی میں قبول ہوا یا نہیں؟

ایک مومن ان تمام تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے روزہ کے ذریعہ قربت الٰہی کی کوشش کرتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زکوٰۃ

اسلامی عبادات کا تیسرا اہم جز زکوٰۃ ہے۔ یہ اسلام کا ایک اہم رکن ہے اور اس کا تعلق مال سے ہے۔

ایک شخص جب کلمہ توحید کا اقرار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود مان لیتا ہے تو گویا وہ اعلان کرتا ہے کہ یہی ذات گرامی اس کی محبوب بھی ہے۔ اس پر یہ جان چھڑکتا اور اس پر دل و جان سے فدا ہے۔ مگر کیا یہ تنہا اقرار باللسان اس اظہار محبت کے لیے کافی ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کے لیے عملی ثبوت کی ضرورت ہے کہ اس محبوب کی راہ میں یہ اپنی عزیز ترین چیزوں سے دست کش ہوسکتا ہے اور ان سب اشیاء کو چھوڑ سکتا ہے جو اس کے محبوب و معبود کی راہ میں رخنہ ڈالنے والی ہوں۔ یہ عزیز ترین چیز مال کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے۔ یہی وہ شے ہے، جس کو تمام دنیا دیوانہ وار چاہتی ہے کیوں کہ دنیا کا سارا کارخانہ عیش اسی کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہی نہیں بلکہ لوگ اس سے اس درجہ محبت کرتے ہیں کہ موت کے تصور سے بھی خائف ہیں۔ چناں چہ ایک مومن ادائیِ زکوٰۃ کے ذریعے یہی ثابت کرتا ہے کہ اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ترین اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے، نہ کہ مال و دولت اور سونا چاندی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (التوبہ:۱۱۱)

''بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جان اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔''

حج

حج بھی اسلامی عبادات کا ایک اہم رکن ہے، جس میں آدمی گھر بار چھوڑ کر بیت اللہ شریف کی زیارت کے لیے جاتا ہے اور حج کے جملہ ارکان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار کی تجدید ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل اور محبوب تھے، ایک حاجی، حج کے ارکان ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے تعلق کو استوار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

حج میں گو بعض ظاہری علامات و شعائر کی زیارت کی جاتی ہے مگر دراصل اس کا مقصد بھی اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اس کی اطاعتِ محض کا اظہار ہے۔ مثال کے طور پر کعبہ گو کہ اینٹ پتھر کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چہار دیواری ہے مگر حج کرنے والا اس کو مالک الملک کا گھر تصور کرتا ہے اور اس کے لیے دور دراز کی مسافتیں طے کر کے آتا ہے۔ مال و دولت خرچ کرتا ہے اور جان کو جوکھوں میں ڈالتا ہے اور وہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا وہ لقائے الٰہی کا متمنی ہے۔ اسی طرح وہ گھر سے نکلتا ہے تو سارے رشتے ناطے توڑ کر نکلتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کی خاطر وہ ہر رشتہ اور ہر تعلق کو قربان کر سکتا ہے۔ جب وہ احرام باندھتا ہے تو اس تصور کے ساتھ باندھتا ہے کہ یہ کفن ہے، اور اسی حالت میں اسے اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہونا ہے۔ سفر حج کو سفر آخرت تصور کرتا ہے اور اس کی ہول ناکیوں کو آخرت کی ہول ناکیوں پر قیاس کرتا ہے۔ احرام و تلبیہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان نے اللہ کی دعوت قبول کر لی اور اس کی پکار سن لی۔ جب وہ کعبہ کا طواف کرتا ہے تو گویا صاحب کعبہ کی عظمت کا گہرا نقش اس کے لوح دل پر ابھر آتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے۔ احترام و اجلال، خوف ڈر اور اخلاص و نیازمندی کا اظہار کرتا ہے۔ غرض کہ حج کی یہ ساری علامتیں اور مناسک بندہ مومن کو آخرت کے تصور اور اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری کی کیفیات سے باندھے رکھتے ہیں۔

تعلق باللہ کی بعض دیگر صورتیں

اللہ تعالیٰ سے تعلق کی بہت سی صورتیں ہیں، جن میں سے بعض کا ذکر اوپر کی تفصیلات میں کیا گیا اور ایک مومن ان تمام صورتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کیے رہتا ہے۔ ان کے علاوہ بعض اور صورتیں ہیں، جن کے ذریعے وہ اس تعلق میں مضبوطی لانے کی ہمیشہ کوشش کرتا ہے۔ ذیل میں ان کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے:

توکل

دینی معاملہ ہو یا دنیاوی۔ ایک سچا مومن اپنے تمام معاملات میں اللہ ہی پر بھروسہ کرتا ہے اور اسی سے ان کی تکمیل کی امید رکھتا ہے۔ مشکل سے مشکل حالات میں بھی وہ توکل کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتا اور اس کو وہ حرز جان بنائے رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝

(الانفال:۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''سچے ایمان والے تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے آپ پر بھروسہ کرتے ہیں۔''

رجا

حقیقی مومن کی تمام امیدوں، تمناؤں اور آرزوؤں کا مرکز صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہوتی ہے۔ دنیا کی ساری چیزیں اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ مال و دولت، زمین جائداد، رشتے ناطے کوئی چیز اس کی امیدوں کا مرکز نہیں ہوتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ مومن بلاشبہ اپنے گناہوں پر شرم سار ہوتا ہے اور اس کے لیے توبہ و استغفار کرتا ہے لیکن ان کی وجہ سے وہ مایوسی کا شکار نہیں ہوتا کیوں کہ اس کا رب انتہائی مغفرت والا اور معاف کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۙ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (البقرہ:۲۱۸)

''وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے خدا کی راہ میں اپنا گھر بار چھوڑا اور جہاد کیا ہے یہی لوگ ہیں جو اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ اللہ ان کی لغزشوں کو معاف کرنے والا اور اپنی رحمت سے انھیں نوازنے والا ہے۔''

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ (الزمر:۵۳)

''(اے نبیؐ) کہہ دو کہ اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ یقیناً اللہ سارے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، وہ تو غفور رحیم ہے۔''

خوف

حقیقی مومن اللہ تعالیٰ سے صرف امیدیں ہی وابستہ نہیں رکھتا بلکہ اس سے انتہائی درجہ خوف بھی کھاتا ہے۔ اس کا دل ہر وقت خوف خدا سے کانپتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے رحمت و مغفرت کی دعا اور توبہ و استغفار کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ وَّ یَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ وَ یَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝ السجدة

(بنی اسرائیل:۱۰۷-۱۰۹)

''جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے انھیں جب یہ سنایا جاتا ہے تو وہ منہ کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں اور پکار اٹھتے ہیں۔ پاک ہے ہمارا رب، اس کا وعدہ تو پورا ہونا ہی تھا۔ اور وہ منہ کے بل روتے ہوئے گر جاتے ہیں اور اسے سن کر ان کا خشوع اور بڑھ جاتا ہے۔''

ایک مومن ڈرتا ہے تو اللہ ہی سے ڈرتا ہے۔ دنیا کی اور کسی ذات اور طاقت سے اسے کوئی خوف لاحق نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ ۝

(آل عمران:۱۷۳)

''جن سے لوگوں نے کہا کہ ''تمھارے خلاف بڑی فوجیں جمع ہوئی ہیں ان سے ڈرو تو یہ سن کر ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے۔''

دعا

اللہ تعالیٰ سے خوف و رجا کا لازمی نتیجہ ہے کہ ایک مومن دن رات اس کو پکارتا رہے بلکہ دن و رات کا کوئی لمحہ اور کوئی گھڑی اس کی پکار سے خالی نہ ہو، جس میں وہ اس کی بخشش و عنایات کا طلب گار ہو۔ اس کی یہ پکار کبھی اعلانیہ ہو اور کبھی خفیہ، وہ رو رو کر اللہ سے دعائیں مانگے اور اپنے گناہوں سے توبہ استغفار کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ۫ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ (السجدہ:۱۶)

''ان کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں، اپنے رب کو خوف و طمع کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ رزق ہم نے انھیں دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب: دوم

مسلمان اور اخلاق

اخلاق اور ایمان

ایمان بجائے خود ایک ایسی طاقت ہے، جو آدمی کو پست صفات اور رذیل حرکات سے باز رکھتی ہے اور اعلیٰ صفات اور پاکیزہ اخلاق کی رغبت دلاتی ہے کیوں کہ ایمان کا اولین جز اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہوتا ہے، اور اللہ عزوجل، اسماء حسنیٰ اور اعلیٰ صفات کا حامل ہے؛ اور ایک حامل ایمان شخص انھی اعلیٰ اوصاف وخصائل کا عکس اپنے اندر اتارنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم ہے اور اس کی رحمت پوری کائنات کو ڈھانپے ہوئے ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی رحمت کی گواہی دے رہا ہے اور دین مبین کی ہدایت ہے کہ تخلقوا بأخلاق اللّٰہ یعنی خدائی اخلاق کے خوگر بنو۔ ایسی صورت میں ایک مومن، دنیا کے لیے رحمت کے بہ جائے زحمت کیوں کر بن سکتا ہے! اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ اور ہر حکم عدل وانصاف پر مبنی ہوتا ہے۔ پھر عدل و انصاف کا علم بردار ایک مومن دنیا میں ظلم وعدوان کا مظاہرہ کیوں کر کرسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ذات میں عفو ودرگزر کی صفت انتہائی درجہ میں پائی جاتی ہے اور مومنوں کو یہ حکم ہے کہ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء۔ پھر ایک مرد مومن انتقام لینے والا، مغلوب الغضب اور جذباتی کیسے ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ سارے جہاں کا پالن ہار ہے۔ وہ سب کو کھلاتا پلاتا ہے۔ اس کی رزاقیت ہر ایک کے لیے عام ہے چاہے کوئی مشرک وکافر ہی کیوں نہ ہو۔

پھر اس کا ایک مومن بندہ، تنگ نظر اور کم ظرف کیوں کر ہوسکتا ہے؟ غرض کہ اللہ تعالیٰ جب خود پوری کائنات پر لطف ورحمت کی بارش کر رہا ہے تو ایک مومن بندہ بھی الفت ومحبت، تعاون و ہمدردی اور غم خواری کی خوش بو پھیلانے والا ہوگا نہ کہ اس کے برعکس دنیا کو زحمتوں اور پریشانیوں میں مبتلا کرنے والا اور نفرت وعداوت اور اختلاف ونزاع کو فروغ دینے والا۔ اللہ تعالیٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ارشاد ہے:

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝ (البقرہ:۱۳۸)

''اللہ کا رنگ اختیار کرو؛ اور اس کے رنگ سے اچھا کس کا رنگ ہوگا؟ ہم تو اسی کی بندگی کرنے والے لوگ ہیں۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (النور:۲۲)

''تم میں سے جو لوگ صاحب فضل اور صاحب مقدرت ہیں، وہ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ اپنے رشتے دار، مسکین اور مہاجر فی سبیل اللہ لوگوں کی مدد نہ کریں گے۔ انھیں معاف کر دینا چاہیے اور درگزر کرنا چاہیے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمھیں معاف کرے؟ اللہ کی تو صفت یہ ہے کہ وہ غفور اور رحیم ہے۔''

مومن کے اخلاق کا مقصد

اخلاق، حسن سلوک، کم زوروں، معذوروں اور مظلوموں کے ساتھ تعاون، ہمدردی اور ایثار و قربانی کا مظاہرہ مختلف اغراض کے تحت کیا جاتا ہے۔ حسن سلوک اور تعاون و خیر سگالی کا محرک مادی غرض بھی ہو سکتی ہے اور معنوی غرض بھی۔ مثال کے طور پر ایک آدمی کسی کے ساتھ تعاون کرتا ہے اور وہ امید رکھتا ہے کہ اس کو اس کے تعاون کا معاوضہ ملے گا۔ دوسرا آدمی معاوضہ کے مقصد سے تو تعاون نہیں کرتا مگر یہ خیال کرتا ہے کہ اس کی شہرت ہوگی اور لوگ اسے اچھا سمجھیں گے۔ تیسرا آدمی محض اس جذبے کے تحت اخلاق کا مظاہرہ کرتا ہے کہ اس کو اس سے ایک طرح کی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ غرض کہ مختلف اغراض و مقاصد ہیں جو خوش اخلاقی کا محرک بنتے ہیں مگر ایک مومن کے پیش نظر ان میں سے کوئی بھی مقصد نہیں ہوتا۔ وہ محض اللہ کی خاطر، اس کی رضا اور خوش نودی کے حصول کے لیے اخلاقیات کا پابند ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ (البقرہ:۲۰۷)

''اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو رضائے الٰہی کی طلب میں اپنی جان کھپا دیتا ہے اور اللہ بندوں پر بہت مہربان ہے۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝

(الدھر:۸،۹)

''اور (یہ اللہ کے نیک بندے) اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور ان سے کہتے ہیں:) ہم تمھیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں؛ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں، نہ شکریہ۔''

ایک مومن کے اخلاق کا حقیقی محرک نہ صرف یہ کہ خوش نودیِ رب ہوتا ہے بلکہ اس بارے میں کسی دوسری چیز کا عمل دخل سرے سے قابل قبول ہی نہیں ہے۔ اس کا اعلان خود اللہ تعالیٰ نے صریح الفاظ میں کر دیا ہے۔ ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ

(البقرہ:۲۶۴)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو جو اپنا مال محض لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے، نہ آخرت پر۔''

کسی کے ساتھ بھلائی کی جائے اور اس کے ساتھ اپنی ذاتی اغراض بھی وابستہ کر لی جائیں تو یہ بھلائی نہیں بلکہ متعلقہ شخص کے حق میں برائی ہے اور اس سے وقتی طور پر فائدہ حاصل ہونے سے اس کو جو خوشی لاحق ہوگی، اس سے کہیں زیادہ تکلیف اس کے خود غرضانہ عزائم سے ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ ایسی بھلائی یا صدقہ و خیرات،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کے ساتھ ایذا رسانی بھی ہو، بھلی بات کہہ دینا اس سے کہیں بہتر ہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ۝ (البقرہ:۲۶۳)

''بھلی بات اور درگزر کرنے کا رویہ اس خیرات سے بہتر ہے، جس کے پیچھے دکھ ہو۔ اللہ بے نیاز ہے اور بردباری اس کی صفت ہے۔''

اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بھلی بات کہنا بھی صدقہ ہے۔ ایک دوسری روایت میں ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ بھلی بات کہے یا پھر چپ رہے۔ ایک اور روایت میں آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ کرنا واجب ہے۔ پوچھا گیا کہ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو؟ آپؐ نے فرمایا کہ محنت کرے، کمائے، خود فائدہ اٹھائے اور صدقہ کرے۔ پوچھا گیا کہ اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو؟ آپؐ نے فرمایا: تو پھر اپنے شر (برائیوں) سے لوگوں کو بچائے، یہی اس کے لیے صدقہ ہوگا۔ (بخاری، کتاب الادب)

شریعت اسلامیہ میں ایمان کے بغیر عمل کا کوئی تصور نہیں ہے۔ یہ ایمان ہی ہے، جس سے ایک مومن کے اندر عمل کا ارادہ اور نیت پیدا ہوتی ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو چاہے بہ ظاہر اعمال کے ڈھیر ہی کیوں نہ ہوں، وہ نا قابل اعتبار ہیں۔ چناں چہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا (النور:۳۹)

''جنھوں نے کفر کیا (ایمان نہ لائے) ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے دشتِ بے آب میں سراب کہ پیاسا اس کو پانی سمجھتا ہے مگر جب وہاں پہنچا تو کچھ نہ پایا۔''

دوسری طرف اعمال سے بے اعتنائی اور محض زبان سے ایمان کا اقرار بھی کافی نہیں ہے۔ قرآن میں جہاں بھی ایمان کا ذکر آیا ہے، وہاں ''عمل صالح'' کا بھی ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ (البقرہ:۶۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جو بھی اللہ اور روز آخر پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ (الکہف:۱۱۰)

''جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو، اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔''

قرآن میں درجنوں آیتیں ہیں، جن میں اہل ایمان کا تذکرہ ''الذین امنوا و عملوا الصالحات'' (جو ایمان لائے اور جنھوں نے عمل صالح کیے) جیسے انداز سے کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا مطلب یہی ہے کہ ایمان کے ساتھ عمل صالح ضروری ہے۔ یہاں پر یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ ''عمل صالح'' سے کیا مراد ہے؟ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ اس سے مراد پوری شریعت اسلامیہ ہے، جس میں جملہ اخلاقی تعلیمات شامل ہیں۔ ان میں تمام فضائل اخلاق جیسے صداقت (دل و زبان اور عمل۔ تینوں کی صداقت) سخاوت، دیانت داری، شرم و حیا، عدل و انصاف، عفت و پاک بازی، رحم، ایثار، عفو و درگزر، نرمی، خاک ساری، خودداری، شجاعت، حق گوئی اور خوش کلامی۔ یہ ساری چیزیں شامل ہیں۔ اسی طرح رذائل میں جھوٹ، خیانت، غداری، وعدہ خلافی، چغل خوری، غیبت، بدگمانی، خوشامد، بخل، لالچ، چوری، ناپ تول میں کمی بیشی، رشوت خوری، سود خوری، شراب نوشی، غصہ، انتقام، بغض، کینہ، ظلم، فخر و غرور، حسد، بے حیائی اور اسراف و فضول خرچی سے پرہیز عمل صالح کے مفہوم میں داخل ہے۔ ایک مومن انھی صفات کا حامل ہو یعنی فضائل اخلاق کی تمام قسمیں اس میں پائی جائیں اور تمام رذائل سے وہ پرہیز کرے تبھی وہ ''عمل صالح'' کی شرائط کو پورا کرنے والا بن سکتا ہے ورنہ اس کے ایمان کی حیثیت محض زبانی دعویٰ کی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث میں صاف الفاظ میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ فلاں فلاں صفات ایمان کے لازمی اجزا ہیں اور فلاں فلاں صفات ایمان کے قطعی منافی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بندگیِ رب کے ساتھ خدمت خلق

قرآن میں اہل ایمان کو خصوصی طور پر مخاطب کر کے مختلف اعمال صالحہ کا تقاضا کیا گیا ہے۔ چناں چہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝ (الحج:۷۵)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، رکوع اور سجدہ کرو، اپنے رب کی بندگی کرو، اور نیک کام کرو؛ اسی سے توقع کی جاسکتی ہے تم کو فلاح نصیب ہو۔''

یہ تو ایمان کے تعلق سے مسلمانوں میں اخلاق کی اہمیت بیان کی گئی۔ آیئے، اب ایک اور پہلو سے مسلمانوں کے اخلاق کا جائزہ لیں۔

یہ بات معلوم ہے کہ ایمان کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی اتباع لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیے ہیں، ان پر عمل کرنا واجب ہے۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ کے ارشادات کی پیروی کرنا بھی لازم ہے، اب ہم احادیث کی روشنی میں اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ نے اخلاق سے متعلق کیا ہدایتیں دی ہیں اور آپؐ نے خود کن اصولوں اور اعلیٰ اخلاق پر عمل کیا۔ موضوع کے تعلق سے سب سے پہلے آپؐ کی عملی زندگی کا جائزہ لینا زیادہ مؤثر رہے گا کیوں کہ زبانی طور پر بڑے بڑے فلسفہ بیان کرنے والے تو بہت سارے مل جائیں گے مگر عملی طور پر اس کو برت کر دکھانے والے شاذ و نادر ہی ملیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے نہ صرف اعلیٰ اخلاق کی ہدایتیں دیں ہیں بلکہ آپؐ نے خود ان پر عمل بھی کیا ہے۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ اس کی تفصیل پیش کی جارہی ہے۔

جود و سخا

اخلاقیات کا پہلا باب جود و سخا ہے یعنی دوسروں سے نوازش و عنایت کا معاملہ کرنا۔ نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ سخی اور دوسروں کو نوازنے والے تھے۔ آپؐ سے جب بھی سوال کیا گیا تو آپؐ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ دینے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ آپؐ کو ایک عورت نے ایک چادر ہدیۃً پیش کی۔ آپؐ کو اس کی ضرورت بھی تھی مگر ایک صحابی نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی موقعے پر کہا کہ کتنی اچھی چادر ہے! اسے مجھے عنایت کر دیجیے۔ چناں چہ آپؐ نے فوراً ان کو وہ چادر دے دی۔ (بخاری، کتاب الادب، باب: حسن الخلق والسخا)

غزوہ حنین کے موقعہ پر مال غنیمت تقسیم کرتے ہوئے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے یہاں کے درختوں میں پتوں کے برابر اونٹ ملے ہوتے تو وہ بھی میں تمھارے درمیان تقسیم کر دیتا؛ تم مجھے بخیل، بزدل اور جھوٹا نہ پاؤ گے۔

(بخاری، کتاب الجہاد، باب: الشجاعة فی الحرب والجبن والخمس)

حسن سلوک

اخلاقیات کا دوسرا اہم حصہ دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ہے۔ نبی کریم ﷺ اس بارے میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپؐ نہ صرف عام لوگوں کے ساتھ حسن خلق اور اچھے برتاؤ سے پیش آتے تھے بلکہ غلاموں اور خادموں تک کے ساتھ بھی آپ کا معاملہ وہی تھا جو عام لوگوں کے ساتھ تھا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی دس سال خدمت کی مگر آپؐ نے اس طویل عرصہ میں کسی معاملے میں اف تک نہ کیا اور نہ یہ کہا کہ تو نے یہ کام کیوں کر دیا اور یہ کام کیوں نہیں کیا۔ (بخاری، کتاب الادب)

آپؐ کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ کے صاحب زادے حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے پکڑتے تھے، اپنی ایک ران مبارک پر مجھے بٹھاتے تھے اور دوسری پر حضرت حسن بن علیؓ کو؛ پھر آپ ہم دونوں کو چمٹاتے تھے۔ پھر فرماتے تھے کہ اے اللہ! تو ان دونوں پر رحم فرما، میں بھی ان پر رحم کرتا ہوں۔

(بخاری، کتاب الادب، باب: وضع الصبی علی الفخذ)

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تحنیک کرنے کے لیے ایک بچے کو گود میں لیا، اس دوران اس بچے نے آپؐ کے اوپر پیشاب کر دیا۔ آپؐ نے پانی منگوایا اور اس پر چھڑک دیا۔ (حوالہ مذکور، باب: وضع الصبی فی الحجر)

مومن کے حسن سلوک کے مستحق صرف باہر ہی کے لوگ نہیں ہیں بلکہ اس کے اہلِ خانہ بھی اس کے مستحق ہیں۔ چناں چہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے بہتر ہو، اور میں اپنے اہل وعیال کے لیے بہتر ہوں۔ (بخاری)

آپؐ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی کسی بیوی یا خادم کو کبھی نہیں مارا اور نہ آپؐ نے کسی دوسرے کو مارا الا یہ کہ اللہ کی حدود کی پامالی ہو رہی ہو۔ تو اللہ کی خاطر آپؐ اس کو سزا دیتے تھے۔ (النسائی)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ (کاشانۂ نبوت میں) وہ اپنی ہم جولیوں کے ساتھ کھیلتی رہتی تھیں۔ آپؐ تشریف لاتے تو ان کی ہم جولیاں چھپ جاتی تھیں لیکن آپؐ مجھے ان کے ساتھ کھیلنے کے لیے بھیج دیا کرتے تھے۔ (مسلم، کتاب المناقب، باب: فضائل عائشہؓ)

حضرت جریر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا آپ ﷺ نے کبھی مجھے نظر انداز نہیں کیا۔ جب بھی مجھ پر نظر پڑی آپؐ مسکرا دیے۔

(مواقف من سیرۃ الرسول، بہ حوالہ، الشفاء، ج: ۱/ ۱۲۱)

خلق خدا پر رحمت وشفقت

اخلاقیات کا ایک باب، اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت ورحمت کا معاملہ کرنے سے تعلق رکھتا ہے، خاص کر اپنے مخالفوں اور دشمنوں کے ساتھ۔ نبی کریم ﷺ اپنے رفقائے کار، ہم نواؤں اور ساتھیوں کے لیے سراپا شفقت ورحمت تو تھے ہی، اپنے مخالفوں اور دشمنوں کے ساتھ بھی آپؐ کا رویہ انتہائی شفقت اور مہربانی پر مبنی ہوتا تھا۔ یہ واقعہ ہے کہ جنگ بدر میں مکہ کے بہت سارے کفار گرفتار کیے گئے تھے۔ چوں کہ انھوں نے آپؐ کے ساتھ جنگ کی تھی اس لیے اگر آپؐ چاہتے تو انھیں قتل کرا سکتے تھے، جس کا مشورہ بہ شمول حضرت عمرؓ، بہت سے دوسرے صحابہ نے بھی دیا تھا۔

(السیرۃ النبویہ: ج ۲، ص: ۴۵۷-۴۵۸)

مگر آپؐ نے انھیں قتل نہ کیا اور فدیہ لے کر ان کو رہا کر دیا۔ اسی طرح بعض قبائل جیسے ثقیف اور دَوس وغیرہ نے آپؐ کی دعوت رد کر دی اور آپ کے خلاف اعلانیہ جنگ کی۔ چناں چہ صحابہ نے آپؐ سے درخواست کی کہ ان کے خلاف بد دعا فرمائیں، مگر آپؐ نے بہ جائے بد دعا کرنے کے، ان کی ہدایت کی دعا فرمائی۔

(ترمذی: کتاب المناقب و بخاری: کتاب المغازی، باب قصۃ دوس والطفیل بن عمرو)

نبی کریم ﷺ کی رحمت وشفقت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپؐ نماز میں محض اس لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخفیف کرتے تھے کہ کہیں کوئی بچہ نہ رو رہا ہو اور اس کی ماں یا گھر والوں کو اس سے تکلیف ہو۔

(بخاری: کتاب الأذان، باب من اخف الصلوة من بكاء الصبي)

حضرت معاذ بن جبلؓ کا معمول تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے اور پھر اپنے قبیلے میں جا کر لوگوں کو نماز پڑھاتے، چناں چہ ایک بار مسجد نبویؐ سے فارغ ہو کر اپنے محلے میں عشاء کی نماز میں سورہ بقرہ پڑھنی شروع کر دی، جس پر ایک آدمی اکتا کر نماز چھوڑ کر چلا گیا۔ جب یہ بات نبی کریم ﷺ کو پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: ''یہ فتنے میں ڈالنے والی بات ہے۔'' اس بات کو آپؐ نے تین بار ارشاد فرمایا۔ پھر آپؐ نے نماز میں چھوٹی سورتوں کے پڑھنے کا حکم دیا۔

(بخاری: کتاب الأذان، باب اذا تحول الامام و كان للرجل حاجة)

نبی کریم ﷺ نہ صرف عام انسانوں کے حق میں سراپا رحمت و شفقت تھے بلکہ جانوروں اور حیوانوں تک کے لیے بھی آپؐ کی رحمت عام تھی۔ حضرت عبداللہ بن جعفر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ ایک صحابی کے باغ میں داخل ہوئے، جس میں ایک اونٹ موجود تھا۔ جب آپؐ کی نظر اس پر پڑی تو وہ اونٹ رونے جیسی آواز نکالنے لگا حتیٰ کہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپؐ اس کے پاس آئے اور اس کو چمکارنے لگے، جس پر وہ خاموش ہو گیا۔ پھر آپؐ نے معلوم کیا کہ یہ اونٹ کس کا ہے! ایک انصاری نوجوان نے کہا کہ یہ میرا اونٹ ہے۔ پھر آپؐ نے اس کو تنبیہ فرمائی کہ ان چوپایوں کے بارے میں اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے؟ تم انھیں بھوکے رکھتے ہو اور ضرورت سے زیادہ کام لیتے ہو؟ (مسند احمد: ۲۰۴/۱)

وفاداری

اخلاقیات کا ایک پہلو وفاداری اور ایفائے عہد بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ وفادار اور عہد کا پاس و لحاظ رکھنے والے تھے۔ آپؐ نے ذاتی زندگی اور اجتماعی زندگی میں وفاداریوں کی مثالیں قائم کیں۔ آپؐ کی وفاداری کی پہلی مثال ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے ساتھ ہے۔ حضرت خدیجہؓ وہ خاتون ہیں، جو شادی سے پہلے ہی حضور کی دیانت و امانت اور اعلیٰ اخلاقی اوصاف سے متاثر تھیں، اور اعلان نبوت کے بعد آپؐ کو غیر معمولی ڈھارس بندھائی اور آپؐ کے خلاف مخالفتوں اور سازشوں کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا تو وہ سپر بن کر کھڑی ہو گئی تھیں۔ حضورؐ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ان کی زندگی میں دوسری شادی نہ کی اور ان کے انتقال کے بعد جب تک آپؐ زندہ رہے، اچھے کلمات کے ساتھ انھیں یاد کرتے رہے حتیٰ کہ ان کے ذکر خیر سے بعض اوقات حضرت عائشہؓ کو ان پر رشک آتا تھا۔ (بخاری: کتاب المناقب، باب مناقب الأنصار)

نبی کریم ﷺ کی وفاداری کی ایک مثال وہ ہے جو آپؐ نے انصار مدینہ کے ساتھ کی۔ جب آپؐ نے مدینہ ہجرت کی تو انصار مدینہ نے تن من دھن سے آپؐ کی اور دیگر مہاجرین کی مدد کی لیکن آگے چل کر جب مکہ فتح ہو گیا تو یہ ضروری نہیں رہا کہ آپؐ مدینہ لوٹ کر واپس جائیں اور وہاں قیام کریں۔ آپؐ چاہتے تو مکہ، جو آپؐ کا وطن مالوف بھی تھا، میں مستقلاً سکونت پذیر ہو سکتے تھے مگر آپؐ نے اسے پسند نہ کیا اور لوٹ کر مدینہ گئے اور تادم آخر وہیں رہے۔

آپؐ کی وفاداری کی ایک مثال حضرت ابوالحمساء کے ایک واقعے میں بھی ملتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے آپؐ سے خرید و فروخت کا ایک معاملہ کیا، جس میں کچھ ادھار رہ گیا۔ میں نے وعدہ کیا کہ آپؐ اسی جگہ ٹھہرے رہیں، میں ابھی باقی قیمت لے کر آتا ہوں۔ اتفاق سے میں بھول گیا۔ تین دن بعد یاد آیا تو میں نے دیکھا کہ آپؐ اسی جگہ پر کھڑے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے مجھے مشقت میں ڈال دیا۔ (ابوداؤد کتاب الادب باب العدۃ ضعیف)

نبی کریم ﷺ کی وفاداری کی اور بھی متعدد مثالیں ہیں جیسے چچا ابوطالب کے تعلق سے آپ کی وفاداری اور وہ یہ تھی کہ آپؐ ان کے حق میں اس وقت تک دعا کرتے رہے جب تک آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منع نہ کر دیا گیا۔ اسی طرح نجاشی بادشاہ کے ساتھ آپ نے وفاداری کا ثبوت یوں دیا کہ آپ نے ان کے انتقال پر ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔ اپنے خادم خاص حضرت انسؓ کے ساتھ وفاداری یوں برتی کہ ان کے حق میں مال و اولاد کے لیے دعائے خیر فرمائی جو قبول ہوئی۔ غرض کہ اس طرح کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں، جن سے آپ کی وفاداری اور ایفائے عہد کا ثبوت ملتا ہے۔

تواضع و خاک ساری

تواضع و خاک ساری بھی اخلاق کا ایک اہم باب ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اندر کس درجہ تواضع و خاک ساری تھی یہ جاننے کے لیے بعض احادیث نقل کی جاتی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ کو یہ اختیار دیا گیا کہ اگر آپ چاہیں تو حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت یوسف علیہم السلام کی طرح آپ منصب نبوت پر فائز رہیں اور بادشاہ بھی ہوں اور اگر آپ چاہیں تو محض نبیؐ اور ایک بندہ کی حیثیت سے رہیں۔ مگر آپ نے ایک بندہ اور نبیؐ کی حیثیت سے رہنا پسند فرمایا۔ اسی لیے آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں اس طرح کھاتا ہوں جیسے غلام کھاتا ہے اور میں ایسے بیٹھتا ہوں جیسے غلام بیٹھتا ہے۔ چناں چہ آپ نے کبھی تکیہ کے سہارے ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھایا۔ (مواقف من سیرۃ الرسول: الامین الحاج محمد احمد)

حضرت ہشام بن عروہ سے روایت ہے، وہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ رسول کریمؐ گھر کے اندر کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ وہ اپنا کپڑا خود سی لیتے تھے (پیوند لگاتے تھے)، اپنی جوتی گانٹھ لیتے تھے اور وہ سب کچھ کرتے تھے، جو ایک عام مرد اپنے گھر میں کرتا ہے۔''

ایک دوسری روایت ہے: ''آپؐ جوتی ٹانکتے، پیوند لگاتے اور ڈول میں پانی بھرتے تھے۔ ایک دوسری روایت میں بکری کا دودھ دوہنے کا بھی ذکر ہے۔ (ایضاً، بہ حوالہ مسند احمد)

حضرت انسؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی تواضع و خاک ساری کا عالم یہ تھا کہ مدینہ کی کوئی بھی چھوٹی بچی آپؐ کا ہاتھ پکڑتی اور جہاں چاہتی لے جاتی۔
(ایضاً، بہ حوالہ الفتح، ج: ۱۰/۴۶۱)

حضرت انسؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے کبھی عرب کے مروجہ دسترخوان پر کھانا نہیں کھایا اور نہ کبھی نرم چپاتی کھائی یہاں تک کہ آپؐ کا انتقال ہو گیا۔
(بخاری: کتاب الرقاق، باب فضل الفقر)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ مریض کی عیادت کرتے، جنازہ کے پیچھے چلتے، غلاموں کی دعوت قبول کرتے اور خچر کی سواری کرتے تھے (جن سے آپؐ کی تواضع ظاہر ہوتی ہے۔) (ترمذی: شمائل نبوی)

نبی کریم ﷺ کی تواضع و خاک ساری کی ایک اہم مثال اس واقعے میں ہے، جس کو بعض اہل سیر نے نقل کیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک بار سفر میں تھے۔ آپؐ نے اپنے ساتھیوں کو بکری پکانے کا حکم دیا، جس پر ایک شخص نے کہا کہ میرا کام اس کو ذبح کرنا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے نے کہا: میرا کام اس کا چمڑا اتارنا ہے۔ تیسرے نے کہا: میرا کام اس کو پکانا ہے۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرا کام ایندھن کے لیے لکڑی جمع کرنا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کام ہم خود کرلیں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، تم یہ کرلو گے لیکن میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں تم میں ممتاز نظر آؤں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہے کہ کوئی بندہ اپنے ساتھیوں کے اندر ممتاز بنا پھرے۔ پھر آپؐ اٹھے اور لکڑیاں جمع کیں۔ (ایضاً، بہ حوالہ خلاصۃ السیر، ص:۲۲)

لطف ونرمی

لطف اور نرمی بھی اخلاق کے روشن باب میں سے ایک ہے اور ہر آدمی توقع رکھتا ہے کہ سامنے والا اس کے ساتھ موافقت اور نرمی کا سلوک کرے۔ رسول کریم ﷺ کے اندر نرمی اور موافقت کا جذبہ کس قدر موجزن تھا۔ اس کا اندازہ ذیل کی احادیث سے کیا جاسکتا ہے:

''حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ یہودیوں کا ایک گروہ رسول کریمؐ کے پاس آیا اور انھوں نے السام علیکم (تمھیں موت آئے) کہا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اس کا مفہوم سمجھ گئی۔ میں نے بھی جواباً و علیکم السام و اللعنة (تم پر موت اور لعنت ہو!) کہا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ ''عائشہؓ! ایسا نہ کہو۔ اللہ تعالیٰ ہر معاملے میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔'' میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپؐ نے سنا نہیں کہ انھوں نے کیا کہا؟ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے بھی تو اس کا جواب ''و علیکم'' (اور تمھارے اوپر بھی) سے دیا۔''

(بخاری: کتاب الأدب، باب الرفق فی الأمر کله)

مطلب یہ کہ بددعا کا وہ ناشائستہ کلمہ زبان مبارک پر لائے بغیر آپؐ نے ان کی بات انھی پر پلٹ دی۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں ہلاک ہوگیا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ اس نے عرض کیا کہ رمضان میں میں نے اپنی بیوی سے جماع کرلیا! آپؐ نے فرمایا کیا: تم غلام آزاد کرسکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپؐ نے فرمایا: پھر کیا تم دو ماہ مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپؐ نے فرمایا: کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپؐ نے فرمایا: اچھا، بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک ٹوکری کھجوریں صدقے میں آئیں۔ آپؐ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس شخص سے کہا کہ اسے لے جاؤ اور اس کا صدقہ کر دو۔ اس نے کہا کہ سب سے زیادہ محتاج تو میں خود ہوں۔ آپؐ ہنس پڑے۔ یہاں تک کہ آپؐ کے دانداں مبارک نظر آنے لگے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: جاؤ، اسے لے جا کر اپنے اہل وعیال کو کھلا دو۔ (بخاری: فی کفارات الیمین)

حضرت عروہ بن زبیرؓ سے مروی ہے، وہ حضرت عائشہؓ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آں حضرت ﷺ سے ملاقات کی غرض سے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ آپؐ نے فرمایا: اسے اجازت دے دو۔ وہ کتنے برے خاندان کا بیٹا یا بھائی ہے! (یعنی وہ کتنا برا ہے!) جب وہ گھر میں داخل ہوا تو آپؐ نے اس کے ساتھ نرم گفتگو فرمائی۔ میں نے آں حضور ﷺ سے پوچھا کہ آپؐ نے تو اس کے بارے میں ایسی باتیں فرمائیں اور پھر اس کے ساتھ انتہائی نرمی کے ساتھ گفتگو کی! آپؐ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ! سب سے برا آدمی اللہ کے نزدیک وہ ہے، جس کے شر سے بچنے کے لیے لوگ اس سے قطع تعلق کر لیں۔

(بخاری: کتاب الأدب، باب المداراۃ مع الناس)

یہ نبی کریم ﷺ کی عملی زندگی تھی، جس کی اتباع مسلمانوں پر لازم ہے۔ (لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ أسوۃ حسنۃ۔) آیئے، اب اس بات کا جائزہ لیں کہ آپؐ نے مسلمانوں کو کیسے اخلاق اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده، والمهاجر من هجر ما نهی اللّٰه عنه.

(بخاری: کتاب الایمان، باب: المسلم من سلم المسلمون)

''مسلمان تو وہ ہے جس کی زبان سے اور ہاتھ (کے شر) سے عام مسلمان محفوظ رہیں۔ اور مہاجر وہ ہے، جس نے اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے اپنے کو دور کر لیا۔''

یہاں یہ غلط فہمی نہ ہو کہ مسلمانوں کے ہاتھ اور زبان سے صرف مسلمانوں ہی کو تحفظ دیا گیا ہے۔ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ بہ حیثیت ہم مذہب ہونے کے، ایک مسلمان کو زیادہ حق پہنچتا ہے کہ اس کو اپنے بھائی کی طرف سے تحفظ حاصل رہے۔ جب اپنے ہی لوگ محفوظ نہ ہوں تو دوسرے کیوں کر محفوظ ہو سکتے ہیں؟

ایک دوسری حدیث میں اس کو عمومیت کے ساتھ یوں بیان کیا گیا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لا یؤمن أحدکم حتی یحب لأخیه ما یحب لنفسه.

(بخاری: کتاب الایمان، باب من الایمان أن یحب لأخیه...)

''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز نہ پسند کرے جو وہ خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''

نبی کریم ﷺ سے ایک صحابی نے دریافت کیا: اسلام کا کون سا عمل سب سے بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: کھانا کھلانا اور سلامتی کی دعائیں دینا، چاہے اس سے تمھاری جان پہچان ہو یا نہ ہو۔ (بخاری: کتاب الایمان، احکام الطعام)

ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: منافق (جس کے دل میں ایمان نہ ہو) کی تین علامتیں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔''

ایک دوسری روایت میں اسی ضمن میں منافق کی خصلتیں بیان کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ جب جھگڑا کرے تو گالی بکے۔ (بخاری: کتاب الایمان، باب: علامۃ المنافق)

ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔ (بخاری، کتاب الایمان، باب خوف المومن)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ مومن وہ ہے جو لوگوں کے درمیان گھل مل کر رہے اور ان کی اذیتوں پر صبر کرے۔ (مسند احمد: ۴۳/۲)

ایک دوسری روایت میں ارشاد فرمایا کہ مومن دوسروں سے میل جول رکھنے والا ہوتا ہے اور اس شخص کے اندر کوئی بھلائی نہیں جو میل جول سے پرہیز کرے۔ (مسند احمد: ۳۳۵/۵)

ایک اور حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا: تم میں ایمان کے اعتبار سے کامل وہ ہے جو حسن اخلاق میں سب سے بہتر ہو۔ (مسند احمد: ۲۵۰/۲)

ایک دوسری حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ نے تمھارے درمیان اخلاق کو ایسے ہی تقسیم کیا ہے جیسے تمھارے درمیان روزی کو تقسیم کیا ہے۔ خدا کی قسم! کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان احکام الٰہی کے آگے سر تسلیم خم نہ کردے اور کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔ (مسند احمد: ۳۸۷/۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مومن وہ ہے، جس سے لوگ اپنی جان و مال کے اندیشہ سے محفوظ رہیں۔ (مسند احمد: ۲۰۶/۲)

ایک دوسری روایت میں آپ نے فرمایا: تم میں بہتر وہ ہے جس سے خیر کی امید کی جائے اور اس سے شر کی توقع نہ رکھی جائے۔ (مسند احمد: ۳۶۸/۲)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ ایمان نہ لے آؤ اور تم ایمان نہیں لا سکتے جب تک کہ تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگو۔ (مسند احمد: ۱۶۷/۱)

ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا ایمان معتبر نہیں، جس کے پاس امانت (محفوظ) نہ ہو؛ اور اس کا کوئی دین نہیں جو عہد کو پورا نہ کرے۔ (مسند احمد: ۱۳۵/۳)

ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دل کے اندر ایمان اور حسد یکجا نہیں ہو سکتے (یہ دونوں متضاد چیزیں ہیں) (نسائی: جہاد/۸)

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: جھوٹ، ایمان کی ضد ہے۔
(مسند احمد: ۵/۱)

ایک اور حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ حیا، ایمان کا حصہ ہے۔ (مسند احمد: ۵۶/۲)

ایک اور حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا: چور جب چوری کر رہا ہوتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور زنا کار جب زنا کر رہا ہوتا ہے، وہ مومن نہیں ہوتا۔ شرابی جب شراب پی رہا ہو وہ مومن نہیں ہوتا۔ جیب کترا جب جیب کتر رہا ہو تو وہ مومن نہیں ہوتا اور خیانت کار (مال غنیمت چھپا کر رکھنے والا) جب دھوکہ دے رہا ہو تو وہ مومن نہیں ہوتا۔ (مسند احمد: ۳۱۷/۲)

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے کہ مومن لعن طعن کرنے والا اور گالم گلوچ کرنے والا نہیں ہو سکتا۔ (مسند احمد: ۱۰۵/۱)

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے: ''جس کسی نے کسی مومن کو پیاس کی حالت میں پانی پلایا تو اللہ اس کو قیامت میں 'رحیق مختوم' (خالص مہر بند شراب) پلائے گا اور جس نے کسی بھوکے کو کھانا کھلایا تو اللہ اس کو جنت کا پھل کھلائے گا اور جس نے کسی ننگے کو کپڑا پہنایا تو اللہ اس کو جنت کا لباس پہنائے گا۔'' (مسند احمد: ۱۳/۳-۱۴)

نبی کریمؐ نے فرمایا: ایمان اور بخل یکجا نہیں ہو سکتے۔ (مسند احمد: ۲۵۶/۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مومن کا تقویٰ اس کی عزت و آبرو ہے۔ اس کا دین، اس کا حسب ونسب ہے۔ اور اس کی مروت، اس کا اخلاق ہے۔ (موطا امام مالک: جہاد/۳۵)

''مومن کے اندر دو برائیاں جمع نہیں ہو سکتیں: ایک جھوٹ اور دوسری بخالت۔''

(ترمذی: کتاب البر، ۴۱)

''تم اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرو تو تم مومن ہو جاؤ گے۔'' (مسند احمد: ۳۱۰/۲)

''مومن غصہ کرنے میں سست ہے اور غصہ پینے میں تیز ہے۔''

(ترمذی: ابواب الفتن، باب الخبر التی بما ھو کائن)

''مومن کی چاہے جتنی عمر ہو جائے، اس کے خیر ہی میں اضافہ ہوتا ہے۔''

(مسند احمد: ۳۱۶/۲)

اہل ایمان کے تین درجے ہیں: ایک وہ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور شک وشبہ میں مبتلا نہ ہوئے، اور اپنی جان و مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔ دوسرے وہ جن سے لوگ ان کے تئیں اپنی جان و مال کے بارے میں مامون رہیں۔ تیسرے وہ جن کے اندر دوسرے کی جان و مال کے تعلق سے لالچ تو پیدا ہوئی مگر اللہ واسطے ان پر دست درازی سے باز رہے۔ (مسند احمد: ۸/۳)

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے پاس کسی کی کوئی امانت ہو تو اسے اس کو ادا کر دینا چاہیے۔ (مسند احمد: ۷۳/۵)

''خیانت اور امانت یکجا نہیں ہو سکتے۔'' (مسند احمد: ۹۳۴۹/۲)

''جب امانتیں ضائع کی جانے لگیں تو پھر قیامت کا انتظار کرو۔'' (بخاری: شہادات/۲۸)

اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض وہ شخص ہے جو جھگڑالو ہو۔

(فیض القدیر شرح جامع الصغیر للمناوی نمبر شمار ۵۵)

اگر کوئی شخص تمھیں گالی دے اور تمھیں ایسی چیز کی عار دلائے، جو تمھارے اندر نہ ہو تو تم اس کو ایسی چیز کی عار نہ دلاؤ جو اس کے اندر ہو۔ (ایضاً: ۶۱۱)

محرمات سے بچو تم لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے اور اللہ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمھارے لیے جو تقسیم کر دیا ہے اس پر راضی ہو جاؤ تو تم لوگوں میں سب سے زیادہ مال دار بن جاؤ گے اور اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرو، تم مومن بن جاؤ گے اور تم اپنے مومن بھائی کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو تو تم مسلمان بن جاؤ گے اور بہت زیادہ ہنسی سے بچو کیوں کہ زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ (ایضاً:۱۱۸)

اپنے ماتحتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ (ایضاً:۱۲۴)

دوسروں پر ظلم کرنے سے بچو کیوں کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی کا نام ہے۔ (ایضاً:۱۳۵)

تنگ نظری سے بچو کیوں کہ ازیں قبل کے لوگ اسی کی وجہ سے ہلاک ہوئے اسی چیز نے ان کو ایک دوسرے کے خون بہانے کا حکم دیا اور اسی کی وجہ سے انھوں نے ایک دوسرے کی حرمتوں کو پامال کیا۔ (ایضاً:۱۳۶)

گھمنڈ سے بچو کیوں کہ جو اس میں مبتلا رہے اللہ اس کے بارے میں گھمنڈی لکھ دیتا ہے۔ (ایضاً:۱۷۴)

اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل زبان کی حفاظت کرنا ہے۔ (ایضاً:۲۰۱)

جب تم کسی دوسرے کی عیوب کو بیان کرنا چاہو تو اپنے عیوب کو یاد کر لیا کرو۔ (ایضاً:۴۱۹)

جب تم سے کوئی شخص مشورہ طلب کرے تو اسے صحیح مشورہ دو۔ (ایضاً:۴۲۵)

چار باتیں بدبختی کی علامتیں ہیں بے حیائی، دل کی سختی، لالچ اور درازنفسی۔ (ایضاً:۹۲۱)

چار لوگ ملعون ہیں جھوٹی قسمیں کھا کر خرید و فروخت کرنے والا، بھکاری جو گھمنڈ کرے، بوڑھا جو زنا کا مرتکب ہو اور ظلم کرنے والا بادشاہ۔ (ایضاً:۹۳۲)

رحم کرو تم پر رحم کیا جائے گا، معاف کرو تمھیں معاف کیا جائے گا، بربادی ہے جو سن کے نہیں دیتا، بربادی ہے جو گناہوں پر اصرار کرتا ہے۔ (ایضاً:۹۴۲)

اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں برے اخلاق سے، برے اعمال سے، بری خواہشات سے اور بری بیماریوں سے۔ (ایضاً:۱۴۷۲)

لوگوں میں بہتر وہ ہے جو غصہ کرنے میں سست ہو اور غصہ پینے میں تیز ہو، اور برا وہ ہے جو غصہ کرنے میں تیز ہو اور غصہ پینے میں سست ہو۔ (ایضاً:۱۶۱۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ بحث

یہ نبی کریم ﷺ کی اخلاقی تعلیمات وتلقینات کا ایک معمولی نمونہ ہے۔ کتب احادیث میں ایسی بے شمار تعلیمات بکھری پڑی ہیں، جن میں اچھے اخلاق اختیار کرنے اور برے اخلاق سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے ذیل میں ایک آخری حدیث مع متن نقل کی جارہی ہے، جس سے بہ خوبی اندازہ ہوجائے گا کہ ایک مومن کے اخلاق وکردار کا معیار کیا ہوتا ہے۔

ان من اخلاق المومن قوة فی دین و حزما فی لین و ایمانا فی یقین و حرصا فی علم و شفقة فی مقة و حلما فی علم و قصداً فی غنی و تجملا فی فاقة و تحرجا عن طمع و کسبا فی حلال و برا فی استقامة و نشاطا فی هدی و نهیا عن شهوة و رحمة للمجهود و ان المومن من عباد اللّٰه لا یحیف علی من یبغض ولا یاثم فیمن یحب ولا یضیع ما استودع ولا یحسد ولا یطعن ولا یلعن و یعترف بالحق و ان لم یشهد علیه ولا یتنابز بالالقاب، فی الصلاة متخشعا الی الزکاة مسرعا فی الزلازل وقورا فی الرخاء شکورا قانعا بالذی له ولا یدعی مالیس له ولا یجمع فی الغیظ ولا یغلبه الشح عن معروف یریده یخالط الناس کی یعلم و یناطق الناس کی یفهم و ان ظلم و بغی علیه صبر حتی یکون الرحمن هو الذی ینتصر له.

(فیض القدیر: شرح جامع الصغیر للمناوی: نمبر شمار: ۲۴۷۱)

بے شک مومن کے اخلاق میں یہ بات شامل ہے کہ دین کے معاملے میں وہ طاقت ور ہوتا ہے، حقائق کی معرفت میں وہ نرم ہوتا ہے، ایمان کے معاملے میں یقین سے بھرا ہوتا ہے اور علم کے لیے وہ حریص ہوتا ہے، غصہ کے وقت انتہائی نرمی کا مظاہرہ کرتا ہے، وہ علم میں بردباری دکھاتا ہے، مالداری میں میانہ روی کی روش اختیار کرتا ہے، اور محتاجگی کے وقت پر آئندہ حالی سے بچتا ہے، لالچ سے پرہیز کرتا ہے، کمائی میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حلال کا پابند ہوتا ہے، نیکی و احسان کرنے میں ثابت قدم ہوتا ہے اور ہدایت کی باتوں پر عمل کرنے میں چستی دکھاتا ہے، اور اتباع خواہشات سے بچتا ہے، مجبور کے حق میں نرم خو ہوتا ہے، اور بے شک مومن اللہ کا بندہ ہے کسی پر غصہ کرے تو سوار نہیں ہو جاتا اور جس سے محبت کرے اس کو گناہ میں مبتلا نہیں کرتا، اور جو اس پر بھروسا کرتا ہے اس کو فریب نہیں دیتا اور حسد نہیں کرتا۔ لعن طعن نہیں کرتا۔ حق کا اعتراف کرتا ہے، چاہے اس کے خلاف گواہی دینے والا موجود نہ ہو۔ لوگوں کو برے القاب سے یاد نہیں کرتا، نماز کے اندر خشوع اختیار کرنے والا زکوٰۃ کی ادائے گی میں جلدی کرتا ہے، مشکلات میں پروقار ہوتا ہے، کشادگی میں شکر گزار ہوتا ہے، جو چیز اس کی ہو اس پر قناعت کرتا ہے اور جو چیز اس کی نہیں ہے اس پر اپنا دعویٰ نہیں بولتا، غصہ اس پر غالب نہیں آتا، کسی بھلائی کو انجام دینے میں کوتاہی نہیں کرتا، لوگوں سے میل جول رکھتا ہے تاکہ وہ جانے اور لوگوں سے گفت و شنید کرتا ہے تاکہ وہ سمجھے۔ اگر اس پر ظلم و زیادتی کی جاتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کی مدد اس کو پہنچ جاتی ہے۔

حدیث رسول ﷺ ''ان من خیارکم احسنکم اخلاقا'' کی تشریح میں محدث کبیر علامہ ابوبکر بیہقی فرماتے ہیں: حسن خلق کے معنیٰ نفس کو زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب کام پر آمادہ کرنے کے لیے ہیں۔ مثال کے طور پر حسن خلق کا تعلق جب اللہ تعالیٰ سے ہو تو اس وقت اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ اس کے جو احکام ہیں ان پر پورے شرح صدر کے ساتھ عمل کیا جائے اور جو نواہی ہیں اس سے بے تکلف رک جایا جائے۔ اسی طرح فرائض و نوافل کی انجام دہی میں کسی کی رغبت اور ڈانٹ پھٹکار کی ضرورت نہ پڑے اور نہ ان کے انجام دینے میں نفس کوتاہی کرے اور نہ تنگی محسوس کرے۔ انسانوں کے تعلق سے حسن خلق کے معنیٰ یہ ہیں کہ دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں وہ کوتاہی نہ کرے مگر دوسروں سے اپنے حقوق وصول کرنے میں زیادہ دل چسپی نہ لے چناں چہ اگر وہ بیمار ہو جائے اور اس کی عیادت نہ کی جائے وہ سفر سے آئے اور اس کی زیارت نہ کی جائے وہ دوسرے کو سلام کرے اور اس کا جواب نہ دیا جائے اور اس کی عیادت نہ کی جائے، وہ دوسرے کے یہاں مہمان بنے لیکن اس کی عزت و خاطر نہ کی جائے، وہ کسی معاملے میں سفارش کرے مگر اسے قبول نہ کیا جائے وہ کسی کے ساتھ بھلائی کرے مگر اس کا شکریہ ادا نہ کیا جائے وہ کسی جماعت و قوم کے اندر جائے مگر اس کو اہمیت نہ دی جائے وہ گفتگو کرے مگر اس کی بات نہ سنی جائے وہ کسی دوست کے گھر جائے مگر اس کو اندر جانے کی اجازت نہ ملے وہ کسی کے یہاں شادی کا پیغام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھیجے مگر اس کو قبول نہ کیا جائے وہ قرض میں مہلت مانگے مگر اس کو مہلت نہ دی جائے تو ان باتوں سے وہ نہ غصہ ہو اور نہ متعلقہ شخص کو کوئی سزا دے نہ اپنے نفس میں اس کو برا جانے اور نہ یہ خیال کرے کہ اس کے ساتھ بے وفائی کی گئی، اور اس کو کوئی حیثیت نہ دی گئی، اور نہ وہ اپنی روش کو دوسرے کی روش سے مقابلہ کرے اور نہ دوسروں سے اپنے تعلقات منقطع کر لے بلکہ جب اس کا بھائی بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے اور جب اس کا بھائی کسی معاملے میں سفارش کرے تو اس کو قبول کرے، اور اگر وہ قرض کی ادائے گی میں مہلت چاہے تو اس کو مہلت دے اگر وہ اعانت کا محتاج ہو تو اس کی اعانت کرے غرض کہ وہ یہ نہ دیکھے کی خود اس کے ساتھ متعلقہ شخص نے ایسا ہی رویہ اختیار کیا تھا، اور وہ بات حسن خلق میں کیسے داخل ہو سکتی ہے جب آدمی اپنے نفس کو مقدم رکھے، حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دے۔

(حوالہ مختصر شعب الایمان للبیہقی تالیف ابوجعفر عمر القزوینی ص: ۲۰۱، ۲۰۰)

ان باتوں کی تائید قرآن کی یہ آیت بھی کرتی ہے:

وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (الحشر: ۹)

''اور وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے وہی کامیاب ہیں۔''

اسلام کی اخلاقی تعلیمات کا ایک روشن پہلو یہ بھی ہے کہ اس نے ان کو قانونی دائرہ میں جگہ دی ہے اور یہ صرف اسلام کی خصوصیت ہے اس کے نزدیک اخلاقی تعلیمات آدمی کے اختیار و مرضی پر منحصر نہیں ہیں کہ وہ اس پر عمل کرے یا نہ کرے بلکہ اسلام نے یہ حق بھی دیا ہے کہ عمل نہ کرنے کی صورت میں آدمی کے خلاف عدالت میں نالش بھی کی جا سکتی ہے۔ مثال کے طور پر کسی کے گھر میں تاک جھانک کرنا، مخرب اخلاق افعال کا مرتکب ہونا، سر عام ننگا ہو جانا، فحش حرکتیں کرنا، ناپ تول میں کمی بیشی کرنا، اشیاء خوردنی میں ملاوٹ کرنا، جھوٹی گواہی دینا، جھوٹی خبریں پھیلانا، دوسرے کی ہتک عزت کرنا وغیرہ یہ سب ایسی باتیں ہیں کہ دنیا کے قوانین و مذاہب میں کوئی سزا مقرر نہیں ہے مگر اسلام ان کے لیے تعزیری سزائیں مقرر کرتا ہے اور ایک مسلمان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ان بدخلقیوں سے پرہیز کرے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب: سوم

صبر اور مسلمان

صبر کا مفہوم

صبر کا لفظ اور مادہ قرآن میں سو سے زائد بار استعمال ہوا ہے اور بار بار اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ صبر کریں۔ انبیاے کرام کو بھی صبر کی خصوصی تلقین کی گئی، جس کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔

صبر کے لغوی معنی روکنے کے ہیں۔ جیسے عربی میں کہا جاتا ہے ''قتل فلان صبراً'' فلاں شخص مقید کر کے قتل کیا گیا۔ قرآن میں بھی اس مفہوم کی آیت وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ (الکہف:۲۸)

''اور اپنے آپ کو ورو کے رکھو ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح و شام اسے پکارتے ہیں۔ اور ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو۔''

یہاں پر صبر کے معنی روکنے کے ہیں۔ صبر کا لفظ جزع کے مقابلے میں بولا جاتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۧ (ابراہیم:۲۱)

''اب یکساں ہے خواہ ہم جزع فزع کریں یا صبر کریں بہ ہر حال ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔''

قرآن میں صبر کے معنی نفس کو اس بات پر روکنے کے ہیں جو نفس کے لیے ناگوار ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ ؕ (البقرہ:۱۷۷)

''اور تنگی و مصیبت کے وقت اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کرنے والے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ صبر کی دو قسمیں ہیں۔ صبر بدنی، جیسے مسائل و مشکلات کو برداشت کرنا اور صبر نفسی یعنی خواہشوں کو روکنا۔ چناں چہ اخلاقیات کا اکثر حصہ صبر پر مبنی ہے۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ ایمان کا دوسرا نام صبر ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ صبر کرنا صرف انسان کی خصوصیت ہے۔ دوسرے حیوانات اور فرشتے اس سے عاری ہیں۔ حیوانات اپنے اندر کمی کی وجہ سے اور فرشتے اپنے کمال کی وجہ سے صبر نہیں کرتے۔ مثلاً حیوانات کے اندر مختلف خواہشیں ہیں مگر ان کے اندر وہ قوت نہیں ہے، جس سے وہ اپنی خواہشوں کو روک سکیں اور فرشتوں کے اندر خواہشیں سرے سے موجود ہی نہیں ہیں۔ لیکن انسان کا معاملہ ان دونوں سے یکسر مختلف ہے۔

اس دنیا میں صبر کی ضرورت ہر انسان کو ہے۔ اگر وہ صبر نہ کرے تو وہ دنیا میں کام یاب نہیں ہوسکتا۔ مثلاً ایک کسان کھیتی کی مشکلات پر صبر نہ کرے تو وہ کبھی فصل نہیں کاٹ سکے گا، اسی طرح ایک طالب علم تعلیم کی مشکلات کو برداشت نہ کرے تو وہ کبھی فارغ التحصیل نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا قرآن میں صبر کی جو تلقین کی گئی ہے، اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ صبر ایک اضافی عمل ہے، جس کا مطالبہ قرآن کرتا ہے، بلکہ وہ انسان کی ایک بنیادی ضرورت ہے، جس کے بغیر وہ کوئی نتیجہ خیز کام سرانجام نہیں دے سکتا۔

صبر مومن کا لباس ہے

جب ایک عام انسان صبر کے بغیر اس دنیا میں کوئی کام یابی حاصل نہیں کرسکتا تو بھلا ایک مومن جس کی سخت آزمایشیں ہوتی ہیں، صبر کے بغیر کیسے کام یاب ہوسکے گا؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ (العنکبوت:۱)

''ال م کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے ''ہم ایمان لائے۔'' اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (البقرہ:۱۵۵)

''اور ہم ضرور تمھیں خوف وخطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمھاری آزمایش کریں گے۔ ان حالات میں جو صبر کریں انھیں بشارت دے دو۔''

صبر کی تلقین انبیاے کرام کو بھی کی گئی تھی اور ان کو عام لوگوں کے مقابلے میں صبر کی زیادہ ضرورت بھی تھی۔ کیوں کہ ان کی بعثت قوموں کی اصلاح کے لیے ہوئی تھی۔ چناں چہ انھوں نے صبر کی مثالیں قائم کیں۔ اسی لیے حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ انبیاے کرام اور لوگوں کے مقابلے میں زیادہ سخت آزمایشوں سے گزرے ہیں۔ انسانی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ مثال کے طور پر حضرت نوح علیہ السلام نو سو سال تک اپنی قوم کو پورے صبر وعزیمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا پیغام سناتے رہے، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا، گھر سے نکال دیا گیا، غریب الدیار ہوئے، اپنے بیٹے کو قربان کیا، ان سب باتوں پر انھوں نے صبر کیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا صبر بھی مثالی ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں اور اپنے گلے پر چھری چلا دینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹے یوسفؑ کا صبر بھی مثالی ہے۔ حضرت یعقوب نے اپنے بیٹے کو کھو کر صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور حضرت یوسفؑ نے اپنے باپ، بھائی اور وطن کی جدائی برداشت کی اور یہی نہیں بلکہ ان کو قید کیا گیا، پھر بھی انھوں نے صبر سے کام لیا۔ ان کو برائی پر آمادہ کیا گیا لیکن اپنی خواہشوں پر وہ غالب رہے۔ انبیاے کرام میں حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر ضرب المثل ہے۔ انھوں نے اپنی بیماری اور انتہائی نامساعد حالات میں صبر کیا اور کامیابی حاصل کی۔ انھی باتوں کو قرآن میں جا بجا بیان کیا گیا ہے۔ آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ بھی صبر کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (الاحقاف:۳۵)

''پس اے نبیؐ! صبر کرو جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چناں چہ آپ نے بھی صبر کی مثال قائم کی۔ جب آپ نے اسلام کی دعوت دینی شروع کی تو لوگ آپ کے دشمن ہو گئے اور آپ پر مظالم ڈھانے شروع کر دیے۔ آپؐ کا گلا گھونٹا گیا، پیٹھ پر اونٹ کی اوجھڑی ڈالی گئی، آپؐ کا اور آپ کے خاندان کا تین سال تک شعب ابی طالب میں محاصرہ کیا گیا، جس میں سخت مشکلات اُٹھانی پڑیں۔ پتھر برسائے گئے، جس سے آپ کی جوتیاں خون سے بھر گئیں۔ آپؐ کے قتل کا منصوبہ بنایا گیا، آپ کے سر پر چھت سے پتھر گرائے گئے، آپ کو ہجرت پر مجبور کیا گیا، آپ سے جنگ کی گئی اور زخمی کیا گیا، آپ کے خلاف بہتان تراشیاں کی گئیں اور قوم نے آپ کے پیغام کو سننے سے انکار کر دیا۔ ان سب کے باوجود آپؐ اپنی قوم کو اللہ کا پیغام سناتے رہے اور تمام انبیائے کرام کی طرح صبر کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رہے۔

قرآن مجید میں مومنوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ صبر کریں اور بے صبری کا مظاہرہ نہ کریں، خواہ کوئی دنیوی معاملہ ہو یا دینی۔ ہر حال میں صبر کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ (البقرہ:۱۵۳)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، صبر اور نماز سے مدد لو۔''

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا (آل عمران:۲۰۰)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو صبر سے کام لو اور پامردی دکھاؤ۔''

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ (النحل:۱۲۷)

''اے نبی! صبر سے کام کیے جاؤ اور تمھارے لیے یہ صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔''

فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ (الانفال:۱۵)

''ان کے مقابلے میں پیٹھ نہ پھیرو۔''

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا (آل عمران:۱۳۹)

''دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو۔''

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ صبر واجب ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ صبر کے واجب ہونے کے معنی یہ نہیں کہ وہ ہر حال میں واجب ہے، بلکہ اپنے موقع و محل کے اعتبار سے واجب ہے۔ جیسے محرمات سے بچنا واجب ہے اور مکروہات سے بچنا مستحب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، لیکن کسی پر ظلم ہو رہا ہو اور وہ اس کے ازالے پر قادر ہو، اس کے باوجود وہ ظلم پر صبر کرے تو یہاں پر اس کا صبر مکروہ ہوگا۔ اسی طرح آدمی کو پیاس لگی ہو اور اس سے جان جانے کا بھی خطرہ ہو اور قریب میں پانی رہتے ہوئے اگر اس کو استعمال نہ کرے تو یہاں اس کا صبر کرنا حرام ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ (النساء:۹۷)

''جو لوگ اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے، ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ یہ تم کس حال میں مبتلا تھے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کم زور و مجبور تھے۔ فرشتوں نے کہا کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے۔''

صبر کا مقصد

قرآن میں صبر کا حکم دیا گیا ہے، جس کی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں اور اس پر عظیم اجر کا وعدہ کیا گیا ہے، لیکن اگر کوئی شخص مسائل و مشکلات میں یہ سوچ کر صبر کرے کہ دنیا میں اس کا نام ہوگا یا لوگ اسے صابر و شاکر کے القاب سے یاد کریں گے تو اس کا کوئی اجر نہیں ہے، بلکہ الٹا وبال ہوگا۔ لہٰذا دیگر عبادات کی طرح صبر کا عمل بھی خالصتاً للہ ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۙ (الرعد:۲۲)

''اور وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کی رضا کے لیے صبر کیا، نمازیں قائم کیں اور ہمارے دیے رزق میں سے علانیہ اور پوشیدہ خرچ کیا اور برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں۔ آخرت کا گھر انھی لوگوں کے لیے ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صبر کا محل

قرآن میں صبر کا حکم دیا گیا ہے لیکن یہ صبر کن باتوں پر کیا جائے گا، قرآن نے اس کی مختلف صورتیں بیان کی ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:

آفات دنیا پر صبر

اس دنیا میں مسائل و مشکلات کے انبار ہیں۔ حادثہ، مرض، موت اور تنگ دستی روزانہ کے معمولات میں شامل ہیں۔ یہاں پر کوئی ایسا آدمی نہ ہوگا جو سدا خوش رہے اور اسے کبھی کوئی پریشانی لاحق نہ ہو، بلکہ ہر شخص مصائب و مشکلات میں مبتلا ہوتا ہے اور ان کا بہترین علاج صبر ہے۔ قرآن نے اسی کا حکم دیا ہے:

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (البقرہ:۱۵۵)

''اور ہم ضرور تمھیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمھاری آزمائش کریں گے، ان حالات میں جو صبر کریں، انھیں بشارت دے دو۔''

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

مومن کا معاملہ عجیب ہے کہ اس کا ہر کام بھلائی پر مبنی ہے جو کہ دوسروں کے لیے نہیں ہے۔ اگر اسے خوش حالی ملے تو وہ شکر ادا کرے جو اس کے لیے بھلائی ہے اور اگر اسے مصیبت لاحق ہو تو صبر کرے اور یہ بھی اس کے لیے بھلائی ہے۔ (مسلم)

نفسانی خواہشوں پر صبر

آفات دنیا کے مقابلے آسایش دنیا ہے اور یہیں سے خواہشیں جنم لیتی ہیں۔ انسان کے اندر عورت، اولاد، چاندی، سونا، سواری، زمین، جائیداد اور دنیاداری کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝ (آل عمران:۱۴)

''لوگوں کے لیے مرغوبات نفس، عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں، بڑی خوش آیند بنادی گئی ہیں، مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں۔ حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے۔''

انسان کے اندر نہ صرف خواہشیں پائی جاتی ہیں، بلکہ اس میں ھل من مزید کا رجحان بدرجہ اتم موجود ہے، وہ نہ صرف کھانا پینا چاہتا ہے، بلکہ زیادہ سے زیادہ کھانے کی خواہش رکھتا ہے۔ اگر جائز حدود میں وہ اپنی خواہش پوری کرے تو کوئی بات نہیں ہے، لیکن حرام ذرائع بھی استعمال کرنے سے وہ نہیں چوکتا ہے۔ شریعت کا منشا یہ ہے کہ وہ ایسے موقعے پر صبر سے کام لے اور غلط طریقے سے اپنی خواہشیں پوری نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

(الاعراف:۳۱)

''کھاؤ اور پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

ایک حدیث میں وارد ہے:

مومن ایک آنت میں کھاتا ہے جب کہ کافر سات آنتوں میں۔ (مشکوٰۃ)

جماع کی خواہش کو حد اعتدال میں رکھنے کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (النساء:۲۵)

''یہ سہولت تم میں سے ان لوگوں کے لیے ہے، جن کی شادی نہ کرنے سے بند تقوی کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو، لیکن اگر تم صبر کرو تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَضْلِهٖ ط (النور:۳۳)

''اور جو نکاح کا موقع نہ پائیں انھیں چاہیے کہ عفت مآبی اختیار کریں، یہاں تک کہ اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے۔''

قوت غضب (غصہ) پر قابو رکھنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ط وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ○ (النحل:۱۲۶)

''اور اگر تم لوگ بدلہ لو تو بس اس قدر لے لو، جس قدر تم پر زیادتی کی گئی ہے لیکن اگر تم صبر کرو تو یقیناً یہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہتر ہے۔''

اللہ کی اطاعت پر صبر

اللہ تعالیٰ نے مختلف احکام جاری کیے ہیں، ان کی تعمیل صبر کے بغیر ممکن نہیں۔ مثال کے طور پر شدید سردی میں نماز باجماعت کی پابندی کرنا یا دولت کی محبت کے باوجود زکوٰۃ ادا کرنا، اسی طرح حج اور جہاد کی مشکلات کو برداشت کیے بغیر انجام دیا ہی نہیں جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ط هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ○ (مریم:۶۵)

''وہ رب ہے، آسمانوں اور زمین کا اور ان ساری چیزوں کا جو ان کے درمیان ہیں پس تم اس کی بندگی کرو اور اس کی بندگی پر ثابت قدم رہو۔ کیا ہے کوئی ہستی تمھارے علم میں اس کی ہم پایہ؟''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ط (طٰہٰ:۱۳۲)

''اور اپنے اہل وعیال کو نماز کی تلقین کرو اور خود بھی اس کے پابند رہو۔''

یہاں یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں میں صبر کا مادہ افتعال کے وزن پر وارد ہے، جس میں مبالغہ کا معنی پایا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں دوسری چیزوں کے مقابلے میں صبر کی زیادہ ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر کی تین صورتوں میں ضرورت پیش آتی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱- اطاعت سے پہلے: جیسے نیت کو خالص کرنا اور اس کے لیے ضروری تیاری کرنا۔ اہل معرفت جانتے ہیں کہ اعمال میں خلوص پیدا کرنا کتنا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ (البینہ:۵)

''اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں، اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے۔''

صحیح حدیث میں وارد ہے:

(بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، آدمی کے لیے وہی ہے، جس کی اس نے نیت کی ہوگی) (بخاری)

۲- اطاعت بجالاتے وقت: شریعت میں مختلف احکامات دیے گئے ہیں اور ان کی ادائی کے مختلف آداب بتائے گئے ہیں، احکام پر عمل کرنا آسان ہے مگر ان آداب کو ملحوظ رکھنا مشکل ہے۔ مثال کے طور پر نماز پڑھنا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے لیکن اس کی پابندی کرنا، خشوع وخضوع کو باقی رکھنا اور شدید سردی کے موسم میں وضو کرنا اور جماعت کی پابندی کرنا زیادہ مشکل ہے۔ انھیں مشکلات کو برداشت کرنا صبر ہے۔

۳- اطاعت کے بعد: آدمی جب عبادت کی مشکلات کو برداشت کر کے اس کو ادا کر لیتا ہے، تو اس کے اندر یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اس کی اس خوبی پر تعریف کی جائے، لوگ اسے اچھا کہیں اور سماج میں اس کا اونچا نام ہو۔ اسی کا نام ریا ونمود ہے، جو شریعت میں ممنوع ہے اور جس سے بڑے سے بڑا عمل باطل ہو جاتا ہے۔ چاہے آدمی نے اللہ کی راہ میں جان ہی کیوں نہ دے دی ہو۔ اگر اس کی نیت میں ریا کا شائبہ ہے تو اس کا کچھ اجر نہیں ہے۔ اللہ کی عبادت میں صبر کرنے کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ ریا ونمود سے بچا جائے۔

اشاعت دین کی مشکلات پر صبر

دین پر عمل کرنا اگر صبر کا متقاضی ہے تو دین پر دوسروں کو عمل کرنے کے لیے آمادہ کرنے کا کام کس درجہ صبر کا متقاضی ہوگا اس کا اندازہ بہ خوبی لگایا جا سکتا ہے۔ انبیائے کرام کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی میں صبر کی جو اعلیٰ مثالیں ملتی ہیں وہ اسی تعلق سے ہیں۔ انھوں نے جو مشکلات اٹھائیں، اپنے کسی ذاتی مقصد کے تحت نہیں بلکہ وہ اللہ کے پیغام کو اس کے بندوں تک پہنچانے کے لیے مصائب ومشکلات برداشت کرتے رہے۔ دین کی اشاعت صبر کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (لقمان:۱۷)

''اور حضرت لقمان نے کہا تھا کہ بیٹا نماز قائم کر، نیکی کا حکم دے، بدی سے منع کر اور جو مصیبت بھی پڑے اس پر صبر کر، یہ باتیں ہیں، جن کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔''

اشاعتِ دین میں تین حالتوں میں صبر کی ضرورت پیش آتی ہے

۱- دعوت دی جائے اور اس کو قبول نہ کیا جائے تو لازمی طور پر داعی کو تکلیف ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے اس کی شکایت کی تھی:

قَالَ رَبِّ اِنِّىْ دَعَوْتُ قَوْمِىْ لَيْلًا وَّ نَهَارًا ۝ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِىْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝ (نوح:۵،۶)

''اس نے عرض کیا اے میرے رب میں نے اپنی قوم کے لوگوں کو شب و روز پکارا مگر میری پکار نے ان کے فرار ہی میں اضافہ کیا۔''

اس حالت میں صبر کے معنی یہ ہیں کہ مایوس ہو کر آدمی دعوت کا کام ترک نہ کر دے، نہ جھنجھلاہٹ کا شکار ہو کر حکمت دعوت کے منافی کام کرنے لگے بلکہ صبر واستقلال سے اپنا فرض ادا کرتا رہے۔ یہی صبر ہے۔

۲- پوری اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی دین کی دعوت دی گئی، دعوت دینے والوں کے لیے آزمایشوں کے دروازے وا ہو گئے۔ ایسی صورت میں صبر کے معنی ہیں کہ آزمایشوں اور مشکلات سے گھبرا کر دعوت کے کام سے سبک دوش نہ ہو جایا جائے یا ردعمل کے طور پر مدعو کو اپنا حریف نہ بنا لیا جائے، بلکہ اصل پیغام کو پامردی سے سنانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ (الانعام:۳۴)

''تم سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں۔ مگر اس تکذیب پر اور ان اذیتوں پر جو انھیں پہنچائی گئیں، انھوں نے صبر کیا یہاں تک کہ انھیں ہماری مدد پہنچ گئی۔ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو بدلنے کی طاقت کسی میں نہیں ہے۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ مَا ضَعُفُوْا وَ مَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (آل عمران:۱۴۶)

''اس سے پہلے کتنے ہی نبی گزر چکے ہیں، جن کے ساتھ مل کر بہت سے خدا پرستوں نے جنگ کی۔ اللہ کی راہ میں جو مصیبتیں ان پر پڑیں، ان سے وہ دل شکستہ نہیں ہوئے، انھوں نے کم زوری نہیں دکھائی وہ سرنگوں نہیں ہوئے ایسے ہی صابر کو اللہ پسند کرتا ہے۔''

۳- دعوت کا کام چٹکیوں میں ہونے والا کام نہیں ہے اور نہ یہ اشتہار بازی اور سیاسی ہنگامہ خیزی یا جلسے جلوس سے ہی انجام پا سکتا ہے، اس کے لیے مسلسل محنت، حکمت اور وقت کی ضرورت ہوتی ہے، جو صبر کے بغیر ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝ (البقرہ:۲۱۴)

''پھر کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت کا داخلہ تمھیں مل جائے گا، حالاں کہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا ہے جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزر چکا ہے۔ ان پر سختیاں گزریں مصیبتیں آئیں، ہلا مارے گئے، حتیٰ کہ وقت کا رسول اور اس کے ساتھی اہل ایمان چیخ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ خبردار اللہ کی مدد قریب ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میدان جنگ میں صبر

اسلام اور دشمن اسلام کے درمیان جنگ واقع ہو تو وہاں صرف ہار جیت کا مسئلہ نہیں رہتا بلکہ حق و باطل کے درمیان موت اور زندگی کا مسئلہ بن جاتا ہے اور یہ بات خدا کو ناپسند ہے کہ باطل کو غلبہ ہو (لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ) لہٰذا میدان جنگ سے فرار شریعت اسلامیہ میں گناہ عظیم ہے، چاہے اسلامی فوج جتنی کم یا کم زور ہو، ہر حال میں میدان جنگ میں ثابت قدم رہتے ہوئے اور جنگی مشکلات کو برداشت کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۚ وَ مَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰهُ جَهَنَّمُ ۭ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ (الانفال: ۱۵، ۱۶)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب تم ایک لشکر کی صورت میں کفار سے دوچار ہو تو ان کے مقابلے میں پیٹھ نہ پھیرو، جس نے ایسے موقع پر پیٹھ پھیری الا یہ کہ جنگی چال کے طور پر ایسا کرے یا کسی دوسری فوج سے جا ملنے کے لیے۔ تو وہ اللہ کے غضب میں گھر جائے گا۔ اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور وہ بہت بری جائے بازگشت ہے۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (البقرہ: ۲۴۹)

''بارہا ایسا ہوا ہے کہ ایک قلیل گروہ اللہ کے اذن سے ایک بڑے گروہ پر غالب آ گیا ہے۔ اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔''

انسانی تعلقات میں صبر

صبر کا ایک محل انسانی تعلقات ہیں، ایک دوسرے سے تعلقات میں صبر کی خاصی ضرورت رہتی ہے، اس کے بغیر آپسی تعلقات خوش گوار نہیں رہ سکتے، جس سے جتنا گہرا تعلق ہوگا اس کے بارے میں اتنی ہی صبر کی ضرورت ہوگی۔ مثال کے طور پر آدمی کا سب سے قریبی تعلق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی بیوی سے ہوتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ میاں بیوی میں ناچاقیاں ہوتی ہیں، اگر ان پر صبر نہ کیا جائے تو یہ تعلق باقی نہیں رہ سکتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر حکم دیا ہے کہ عورتوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کیا جائے، اگرچہ ان کی بعض ادائیں ناپسند ہوں۔

ارشاد ربانی ہے:

وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝ (النساء:۱۹)

''ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو اگر وہ تمھیں ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمھیں پسند نہ ہو، مگر اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔''

ایک حدیث میں وارد ہے:

ایک مومن ناراض نہ ہو ایک مومنہ سے اگر اسے اس کی کوئی عادت بری لگے تو ہوسکتا ہے کہ اس کی کوئی عادت اچھی لگے۔ (مسلم، احمد)

حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ پڑوسیوں کا صرف یہی حق نہیں ہے کہ ان کو اپنی ایذا سے بچائیں بلکہ ان کا حق یہ بھی ہے کہ ان کی ایذا پر صبر کریں۔ قرآن میں بار بار تلقین کی گئی ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے اور برائیوں پر صبر کیا جائے:

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝ وَمَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝

(حٰمٓ السجدہ:۳۴، ۳۵)

''اور اے نبیؐ! نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو، تم دیکھو گے کہ تمھارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی، وہ جگری دوست بن گیا ہے۔ یہ صفت نصیب نہیں ہوتی، مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا، مگر ان لوگوں کو جو بڑے نصیب والے ہیں۔''

صبر کے منافی اعمال

بعض وقت آدمی صبر تو کرتا ہے یا کرنا چاہتا ہے مگر غیر شعوری طور پر اس سے ایسے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعمال سرزد ہوتے ہیں، جو سراسر صبر کے منافی ہوتے ہیں۔ یعنی ان سے صبر کی افادیت جاتی رہتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ وہ صبر کے ساتھ ان اعمال سے بھی پرہیز کرے۔ جو اس کے منافی ہیں۔ وہ اعمال یہ ہیں:

۱۔ عجلت پسندی

یوں تو انسان پیدائشی طور پر عجلت پسند واقع ہوا ہے مگر مصائب ومشکلات کے سلسلے میں اس کی یہ عجلت پسندی کچھ زیادہ نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے۔ وہ ہر چیز کا نتیجہ فوراً دیکھ لینا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے بعض قوانین کے پابند ہوتے ہیں اور کسی انسان کی عجلت پسندی سے اللہ تعالیٰ اپنے فیصلے جلد سے جلد صادر نہیں کر سکتا بلکہ وہ اپنے وقت ہی پر ظاہر ہوتے ہیں لہٰذا کسی معاملے میں عجلت پسندی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۚ (احقاف: ۳۵)

''پس صبر کرو جیسا کہ صاحب عزیمت رسولوں نے صبر کیا تھا اور ان کے لیے جلدی نہ مچاؤ۔''

۲۔ غم وغصہ

انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ ہر چیز کا نتیجہ فی الفور دیکھ لینا چاہتا ہے اگر فوری طور پر اس کا نتیجہ برآمد نہ ہو تو اس کے دل ودماغ میں غم وغصہ کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے یہ بھی صبر کے منافی ہے اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ ۘ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ۝ (القلم: ۴۸)

''پس اپنے رب کے حکم تک صبر کرو اور مچھلی والے (یونس علیہ السلام) کی طرح نہ ہو جاؤ جب اس نے پکارا تھا اور وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ۝ (النحل: ۱۲۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے نبیؐ صبر سے کام کیے جاؤ اور تمھارا یہ صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے ان لوگوں کی حرکات پر رنج نہ کرو اور نہ ان کی چال بازیوں پر تنگ ہو۔''

۳- مایوسی

کسی چیز کا نتیجہ ظاہر ہونے میں غیر معمولی تاخیر ہونے لگے تو انسان کے اندر مایوسی کی کیفیت طاری ہونے لگتی ہے یہ بھی سراسر صبر کے خلاف ہے۔ صبر کا تقاضا ہے کہ تاخیر سے آدمی کے اندر مایوسی پیدا نہ ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○

(آل عمران:۱۳۹)

''دل شکستہ نہ ہو غم نہ کرو تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب: چہارم

دہشت گردی اور مسلمان

موجودہ دور میں مسلمانوں کے بارے میں سب سے زیادہ، جس چیز کا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے، وہ یہ ہے کہ مسلمان ایک خوں خوار اور دہشت گرد قوم ہے۔ اس کو امن وامان اور تعمیر و ترقی سے بیر ہے۔ خون خرابہ، تخریب، انتہا پسندی اور تشدد اس قوم کی رگ رگ میں رچا بسا ہے۔ اس سلسلے میں تاریخی، سیاسی اور سماجی حوالے دیے جانے کے ساتھ براہ راست قرآن سے بھی دلائل دینے کی کوشش کی جاتی ہے اور یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ دراصل اسلام کی تعلیمات ہی تشدد اور دہشت گردی پر مشتمل ہیں، جن کی وجہ سے اس کے ماننے والے دوسری قوموں اور مذاہب کو کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے۔

اس پروپیگنڈے کی تائید وتوثیق کے لیے قرآن سے جو حوالے دیے جاتے ہیں وہ یہ ہیں:

۱- قرآن میں مسلمانوں کو دوسری اقوام و مذاہب والوں سے راہ و رسم بڑھانے اور دوستی ومحبت کے تعلقات استوار کرنے سے سختی کے ساتھ منع کر دیا گیا ہے چاہے، تعلقات قائم کرنے والے فریقین آپس میں خونی رشتے دار ہی کیوں نہ ہوں! ان کے درمیان مذہب اور عقیدے کے فرق کی وجہ سے وہ تعلق قائم نہیں ہوسکتا، جو ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے ہوتا ہے۔

۲- قرآن میں مشرکین و کفار سے تعلقات استوار کرنے سے نہ صرف منع کر دیا گیا ہے بلکہ صریح الفاظ میں ان کے ساتھ سختی کا رویہ اختیار کرنے کا حکم بھی دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ ان سے متعلق تمھارے اندر کسی قسم کی نرمی اور لچک نہیں ہونی چاہیے۔

۳- قرآن میں کفار ومشرکین کے ساتھ سختی کرنے کے ساتھ انھیں پکڑنے اور ہر طرح کی سزائیں دینے اور قتل کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے، اور ان کے خلاف جنگی تیاریوں کو ایک مذہبی پالیسی قرار دیا گیا ہے تاکہ ہر وقت مخالفین کو مرعوب رکھا جا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ تو مذہبی زندگی میں مسلمانوں کے متشددانہ رویے کی مثالیں ہیں۔ سماجی اور نجی زندگی میں بھی ان کا رویہ تشدد سے خالی نہیں ہوتا۔ چناں چہ بات بات پر ان کے اندر انتقام اور قصاص کی آگ بھڑکتی رہتی ہے۔ زنا کاروں، چوروں، ڈاکوؤں اور دیگر مجرموں کو تو وہ کسی طرح برداشت ہی نہیں کر سکتے اور جلد سے جلد ان کو کیفر کردار تک پہنچا کر دم لیتے ہیں۔ مسلمانوں میں سخت مزاجی اور تشدد پسندی کی روزمرہ زندگی کی مثال یہ ہے کہ وہ اپنی رفیقۂ حیات کو بھی نہیں بخشتے اور گاہے گاہے اس کو زدوکوب کا نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ ضرورت پڑنے پر اس کو یک لخت گھر سے نکال دیتے اور ان کا کھانا پانی بند کر دیتے ہیں۔

یہ مسلمانوں کے بارے میں وہ تاثرات ہیں، جو موجودہ دور میں عام طور پر سننے میں آتے ہیں اور جن کی وجہ سے آج مسلمانوں کو تشدد پسند قوم سمجھا اور کہا جاتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان تاثرات کے عام ہونے میں بعض سیاسی اور تاریخی عوامل کے ساتھ مسلمانوں کی کوتاہیوں کا بھی بڑا دخل ہے کہ انھوں نے دنیا کے سامنے اسلامی تعلیمات کو صحیح اور مکمل شکل میں پیش نہیں کیا مگر اس کے ساتھ ان تاثرات کے قائم کرنے میں مبالغہ آمیزی، تعصب اور ادھوری معلومات بھی کارفرما ہیں بلکہ حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے عام لوگ اس بدگمانی کا بآسانی شکار ہو جاتے ہیں کہ اسلام کے معنی دہشت اور تشدد کے ہیں اور مسلمان دہشت گرد ہوتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے پوری دیانت داری کے ساتھ قرآنی نصوص اور اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تاکہ اسلام کے بارے میں لوگوں کی غلط فہمیاں دور ہوں اور اس کی صحیح شکل ابھر کر سامنے آئے۔ سب سے پہلے ان آیات واحادیث کو یہاں پیش کیا جا رہا ہے، جن میں محبت، نرمی اور دوسری اقوام واہل مذاہب کے ساتھ رواداری کی ہدایات دی گئی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی حقیقی تعلیمات سختی اور تشدد پر نہیں بلکہ نرمی اور رواداری پر مبنی ہیں۔

اسلام میں جبر واکراہ نہیں

۱۔ قرآن مجید میں بعض حالات میں مخالفین کے ساتھ سختی اور قتال کا بھی حکم دیا گیا ہے مگر یہ حکم عقیدہ ومذہب کی ترویج واشاعت کے لیے نہیں ہے کیوں کہ اسلام میں جبر واکراہ یا لالچ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ذریعے اپنے ماننے والوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کی گنجائش ہے اور نہ اس کی ضرورت۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۚ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ ۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۚ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرہ:۲۵۶)

''دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ ہدایت کو ضلالت سے الگ چھانٹ کر رکھ دیا گیا ہے۔ تو اب جو کوئی طاغوت (معبودان باطل) کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

اس آیت کے ذیل میں علامہ ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں: ''کسی شخص کو دین اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہیں کیا جائے گا کیوں کہ وہ اس قدر کھلا اور واضح ہے اور اس کے دلائل و براہین اس قدر روشن ہیں کہ کسی شخص کو اس میں داخل ہونے پر مجبور کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر: ج/۱)

علامہ ابن قدامہ مقدسی فرماتے ہیں کہ کسی ذمی یا مستامن کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی کو مجبور کیا گیا اور اس نے مجبوری میں اسلام قبول کر لیا تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔ وہ لکھتے ہیں:

و اذا اكره على الاسلام من لا يجوز اكراهه كالذمي والمستامن فأسلم لم يثبت له حكم الاسلام حتى يوجد منه ما يدل على الاسلام طوعا مثل أن يثبت على الاسلام بعد زوال الاكراه عنه. فان مات قبل ذلك فحكمه حكم الكفار. و ان رجع الى دين الكفر لم يجز قتله ولا اكراهه على الاسلام. و بهذا قال أبو حنيفة والشافعي.

(المغني لابن قدامه، كتاب المرتد، فصل اكراه الذمي او المستأمن)

اور جب کسی ایسے شخص کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے، جس کا مجبور کیا جانا جائز

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں، جیسے ذمی یا مستامن اور اس نے مجبور ہو کر اسلام قبول کر لیا ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا یہاں تک کہ اگر مجبوری ختم ہو جانے کے بعد وہ اسلام پر قائم رہے تو اس کا اعتبار کیا جائے گا لیکن اگر اس سے پہلے اس کی وفات ہو جائے تو اس پر کفار کا حکم لگایا جائے گا۔ اور اگر وہ دوبارہ اپنے کفر کا اظہار کرنے لگے تو مرتد کا حکم لگا کر نہ تو اس کا قتل جائز ہوگا اور نہ اس کو دوبارہ اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ یہی رائے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کی ہے۔

اسلام کے اس موقف کو قرآن کی بعض دوسری آیات نے مزید واضح کر دیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۟ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ

(الکہف:۲۹)

''کہہ دو کہ حق تمھارے رب کی طرف سے ہے۔ اب جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے۔''

دوسرے مذاہب کے احترام کا حکم

۲- قرآن کی بنیادی تعلیم، توحید کا اثبات اور کفر و شرک کا ابطال ہے۔ قرآن کا اکثر حصہ اسی مضمون پر مشتمل ہے۔ کہیں توحید کے دلائل دیے گئے ہیں، کہیں دلائل کے ذریعے شرک کی کمزوری ظاہر کی گئی ہے کہیں ذات باری تعالیٰ کی صفات و اوصاف بیان کر کے لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، کہیں معبودان باطل کی عاجزی و بے کسی کو بیان کر کے شرک کرنے والوں کو ان سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ غرض کہ پورا قرآن اول سے آخر تک توحید کے معنی و مفہوم کو بیان کرتا ہے اور شرک و کفر اور الحاد کی برائی بیان کرتا ہے مگر اس کے باوجود مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ مشرکوں اور کافروں اور ان کے معبودان باطل کو برا بھلا نہ کہیں، ان کی ہجو نہ کریں، ان کا مذاق نہ اڑائیں اور گالیوں اور برے الفاظ سے ان کو خطاب نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۠ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (الانعام:۱۰۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں، انھیں گالیاں مت دو؛ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔ ہم نے تو اسی طرح ہر گروہ کے لیے اس کے عمل کو خوشنما بنا دیا ہے۔ انھیں اپنے رب ہی کی طرف پلٹ کر آنا ہے۔ اس وقت وہ انھیں بتا دے گا کہ وہ کیا کرتے رہے تھے۔''

علماء کا قول ہے کہ مذکورہ آیت کا حکم آج بھی باقی ہے اور کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ غیر مسلموں کے معبودوں، ان کے مذہب اور ان کی عبادت گاہوں کو گالیاں دے یا برے الفاظ سے یاد کرے یا کوئی ایسی حرکت کرے، جو ان کی برائی پر دلالت کرتی ہو کیوں کہ وہ ردعمل میں اللہ تعالیٰ، رسول کریمؐ یا اسلام کو برا بھلا کہہ سکتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن: ج ۷، ص: ۶۱)

آیت بالا سے قبل جو آیت وارد ہے، اس نے اس مسئلے کو مزید واضح کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝ (الانعام: ۱۰۷)

''اگر اللہ کی مشیت ہوتی تو یہ لوگ شرک نہ کرتے۔ تم کو ہم نے ان پر پاسبان مقرر نہیں کیا ہے اور نہ تم ان پر حوالہ دار ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کیا ہے کہ ''اے نبیؐ! ان مشرکوں سے اعراض کیجیے، ان سے جھگڑا نہ کیجیے اور ان کو برے الفاظ سے یاد نہ کیجیے کیوں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کو ہدایت سے سرفراز کرتا اور ان کو گم راہیوں سے نکال لاتا۔ پھر وہ آپ پر ایمان لے آتے، آپ کی اتباع کرتے اور جو شریعت آپ لائے ہیں اس کی تصدیق کرتے۔ آپ کو رسول اور مبلغ بنا کر بھیجا گیا ہے۔ آپ کی ذمے داری ان کی حفاظت اور نگرانی نہیں ہے۔

(تفسیر ابن جریر الطبری: ج ۱۲، ص ۳۲-۳۳)

دوسروں کی اذیتوں پر صبر کی تلقین

۳- قرآن میں نہ صرف غیر مسلموں اور ان کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے منع کر دیا گیا ہے بلکہ ان کے برے سلوک اور برتاؤ پر صبر کرنے اور ان سے اعراض کرنے کی تلقین بھی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ○ (المزمل:۱۰)

''اور صبر کرو ان باتوں پر جو وہ (تمھارے خلاف) کہتے ہیں، اور خوب صورتی کے ساتھ ان سے علاحدگی اختیار کرلو۔''

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ ''وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ'' سے مراد یہ ہے کہ ان کی طرف سے جو ایذا، گالی یا استہزا ہو، اس پر صبر کیا جائے اور جزع فزع نہ کیا جائے اور ''وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا'' سے مراد یہ ہے کہ ان کی گالیوں، استہزا اور ایذا کا بدلہ نہ لیا جائے۔

(الجامع لأحکام القرآن: ج۱۹، ۲۰ص:۴۵)

یہ صبر اور اعراض، اسلام کی ایسی تعلیم ہے، جس کا کسی خاص دور سے تعلق نہیں ہے بلکہ اس سے ہر زمانے میں فائدہ اٹھانا چاہیے اور اس پر عمل کیا جانا چاہیے۔ اس لیے اس کی حکمت و معنویت اور مخاطب پر اس کے پاکیزہ اثرات کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○ (حٰمٓ السجدۃ:۳۶)

''اور اے نبیؐ! نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو! تم دیکھو گے کہ تمھارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی، وہ جگری دوست بن گیا۔ یہ صفت نصیب نہیں ہوتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا مگر ان لوگوں کو جو بڑے نصیبے والے ہیں۔''

عقیدے کی بنیاد پر نفرت کی ممانعت

۴- دو مختلف عقیدہ و مذہب کے ماننے والوں کے درمیان عام طور پر تعصب، نفرت اور کراہت کی نفسیات پائی جاتی ہے۔ قرآن میں اس کی ممانعت کردی گئی ہے کہ عقیدے کی بنیاد پر کسی سے نفرت و ناگواری کا اظہار کیا جائے یا اس کی تحقیر کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۚ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○ (یونس:۹۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر تیرے رب کی مشیت ہوتی تو سارے زمین والے ایمان لے آئے ہوتے۔ پھر کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ مومن ہو جائیں؟''

سوال یہ ہے کہ قرآن میں مشرکین کو نجس (ناپاک) ''اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ'' کیوں کہا گیا ہے؟ ظاہر ہے کہ نجاست اور گندگی سے پرہیز اور دوری اختیار کرنا ضروری ہے۔ پھر کیا مشرکوں سے بھی اجتناب کیا جائے گا اور ان سے میل جول اور قریبی تعلقات نہیں رکھے جائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں نجاست سے ظاہری نجاست نہیں بلکہ فکر وعقیدے کی نجاست مراد ہے۔ اس سلسلے میں علمائے اسلام کی تصریحات دیکھی جاسکتی ہیں۔ علامہ ابن کثیر دمشقی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جمہور امت کے نزدیک کافر اپنے جسم و ذات میں نجس نہیں ہوتا کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو نبی کریمؐ اہل کتاب کے کھانے کو حلال قرار نہ دیتے۔ (تفسیر ابن کثیر: ج ۲، ص: ۳۴۶) امام نووی فرماتے ہیں کہ کافر کا حکم ظاہری نجاست وطہارت میں ایک مسلمان جیسا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ''اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ'' تو اس سے اعتقاد کی نجاست اور گندگی مراد ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کے اعضائے جسم، پیشاب پاخانہ جیسی چیزوں کی طرح گندے ہیں۔

(شرح مسلم النووی: ج ۲، جز: ۴، ص: ۶۶، کتاب الطهارة باب: الدليل على ان المسلم لا ينجس)

غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید

۵- قرآن میں فکر وعقیدے کی بنیاد پر دوسروں سے تعصب ونفرت ہی سے منع نہیں کیا گیا ہے بلکہ اخلاقی بنیادوں پر ان سے تعلقات استوار کرنے کی اجازت بھی دی گئی ہے۔ مثال کے طور پر قرآن نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی بار بار تاکید کی ہے۔ اسی طرح دیگر رشتے داروں، خویش واقارب اور پڑوسیوں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کی تلقین اس میں ملتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر والدین یا دیگر رشتے دار مسلمان نہ ہوں تو کیا ان سے بالکلیہ تعلقات منقطع کر لیے جائیں گے یا ان کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کا معاملہ کیا جائے گا؟ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ان کے ساتھ سماجی تعلقات باقی رہیں گے اور ان کے ساتھ محبت، ہمدردی اور تعاون کا رویہ اختیار کیا جائے گا۔ قرآن میں خصوصی طور پر تلقین کی گئی ہے کہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ وَ اِنْ جٰهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ (لقمٰن:۱۴،۱۵)

''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے۔ (اس لیے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ) میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی شکر بجالاؤ۔ بالآخر میری ہی طرف تجھے پلٹ کر آنا ہے۔ لیکن اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ ماننا۔ البتہ دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ۔''

ان آیات میں کافر ماں باپ کے ساتھ صلہ رحمی کا ثبوت ملتا ہے۔ اگر وہ ضرورت مند ہوں تو ان کی مالی معاونت کی جائے گی ورنہ گفتگو اور عام برتاؤ میں نرمی کا رویہ بہ ہر حال اختیار کیا جائے گا۔ (الجامع لاحکام القرآن، ج ۱۴، ص: ۶۵)

نبی کریم ﷺ نے خصوصی طور پر غیر مسلم والدین کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

عن أسماء بنت أبي بكرؓ، قالت: قدمت علي أمي وهي مشركة في عهد رسول الله ﷺ فاستفت. قلت: ان أمي قدمت وهي راغبة أ فاصل أمي؟ قال: نعم، صلي أمك. (بخاری: کتاب الهبة، باب الهدیه للمشرکین)

''حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ عہد نبویؐ میں میرے پاس میری والدہ آئیں جب کہ وہ مشرکہ تھیں تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ پوچھا کہ کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں، جس کی کہ وہ امیدوار بھی ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ضرور تم اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔''

غیر مسلم والدین اور رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک کے ان احکام کے علاوہ اسلام نے عام لوگوں کے ساتھ خیر خواہی، ہمدردی، محبت اور حسن سلوک کی ہدایت کی ہے۔ خاص کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاشرہ کے کم زور طبقات، یتیموں، مسافروں، غلاموں اور بیماروں کے ساتھ ہمدردی اور غم گساری کی تعلیم دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ایک مسلمان کم زوروں اور مجبوروں کے کام آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ۝

(الدہر:۸)

''اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔''

آیت بالا میں یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اسیروں (قیدیوں) کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ علمائے تفسیر نے بیان کیا ہے کہ اسیر (قیدی) سے مراد غیر مسلم ہیں کیوں کہ عہد نبویؐ میں وہی قیدی بنائے جاتے تھے۔ (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی، ج۱۹-۱۲۹)

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ قیدیوں کو آزاد کیا جائے، بھوکوں کو کھانا کھلایا جائے اور مریضوں کی عیادت کی جائے۔ ارشاد نبوی ہے:

فكوا العانی یعنی الأسیر و اطعموا الجائع و عودوا المریض. (بخاری کتاب الجهاد، باب فكاك الأسیر)

''قیدی کو آزاد کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور بیمار کی عیادت کرو۔''

نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد میں کوئی تخصیص نہیں ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الجہاد میں بیان کیا ہے، جس کے معنی یہی ہیں کہ کفار و مشرکین میں سے جو قیدی بنائے جائیں ان کو آزاد کیا جائے۔

صدقہ و خیرات میں غیر مسلموں کا حق

۶- غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک، ہمدردی اور خیر خواہی صرف زبانی طور پر نہیں کیا جائے گا بلکہ حسب ضرورت ان کی مالی معاونت کی جائے گی اور ان کے مصائب و مشکلات کو دور کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ○

(البقرہ:۲۷۲)

''اے نبیؐ! لوگوں کو ہدایت بخش دینے کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے۔ ہدایت تو اللہ ہی جسے چاہتا ہے، بخشتا ہے۔ اور راہ خیر میں جو مال تم خرچ کرتے ہو وہ تمھارے اپنے لیے بھلا ہے۔ آخر تم اسی لیے تو خرچ کرتے ہو کہ اللہ کی رضا حاصل ہو! تو جو کچھ مال تم راہ خیر میں خرچ کرو گے اس کا پورا پورا اجر تمھیں دیا جائے گا اور تمھاری حق تلفی ہرگز نہ ہوگی۔''

آیت بالا کے بارے میں دو اقوال نقل کیے جاتے ہیں: پہلا قول حضرت عبداللہ ابن عباس کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ عہد نبوی میں لوگ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ اپنے مشرک رشتے داروں اور متعلقین پر خرچ کریں۔ چناں چہ یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسرا قول خود نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہے۔ وہ یہ کہ آپؐ نے لوگوں کو حکم دے رکھا تھا کہ صرف مسلمانوں پر صدقہ و خیرات کریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے ہر دین و مذہب سے تعلق رکھنے والوں پر خرچ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ (تفسیر ابن کثیر: ج ۱، دیکھیے آیت بالا کے ذیل میں)

ارشاد نبویؐ ہے:

تصدقوا على أهل الأديان كلها.

(نصب الرايه لأحاديث الهداية، ج۲، ص:۳۹۸، كتاب الزكوة باب من يجوز دفع الصدقات اليه و من لا يجوز)

''تمام اہل مذاہب پر صدقہ خیرات کرو۔''

اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ کسی کو زکوٰۃ اس مقصد سے دی جائے کہ وہ اسلام قبول کر لے، جیسا کہ آں حضورؐ نے صفوان بن امیہ کو حنین کے مال غنیمت میں سے دیا تھا۔ دوسری یہ کہ کسی کے اسلام قبول کر لینے کے بعد اس کی ثابت قدمی کے لیے اس کو زکوٰۃ دی جائے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ حنین کے موقعے پر بعض لوگوں کو سو اونٹ عنایت کیے تھے۔ تیسری یہ کہ ایسے شخص کو زکوٰۃ دی جائے، جس سے دوسروں کو زکوٰۃ ادا کرنے کی تحریک ملے یا جس کے ذریعے مسلمانوں کے ممکنہ ضرر کا دفعیہ ہو۔

(تفسیر ابن کثیر: دیکھیے آیت انما الصدقات للفقراء والمساكين، التوبہ:۶۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد جب کہ اسلام کو غلبہ حاصل ہو چکا ہے، تالیف قلب کے لیے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے اس کی اجازت نہیں دی ہے، بعض علماء نے کہا ہے کہ خود نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد بھی بعض غیر مسلموں کو اس مد سے زکوٰۃ دی ہے۔ لہٰذا آج بھی دی جاسکتی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: دیکھیے آیت: انما الصدقات للفقراء والمساکین، التوبہ: ۶۰)

اس کے علاوہ غیر مسلم کو تحفے تحائف دینے کا ثبوت احادیث میں ملتا ہے۔ (بخاری: کتاب الھبة باب ھدیة للمشرکین) اسی طرح غیر مسلم کی مہمان نوازی، غیر مسلم کی عیادت، غیر مسلم پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک حتی کہ غیر مسلم اہل کتاب عورتوں سے نکاح بھی ہوسکتا ہے۔ (المائدہ: ۵)

(غیر مسلموں سے کن کن نوعیتوں سے تعلقات قائم کیے جاسکتے ہیں، اس کے لیے دیکھیے: غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق، از: مولانا سید جلال الدین عمری، مطبوعہ: ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی، علی گڑھ، ۱۹۹۸)

صلح وروادارى پر زور

۷- ان عمومی تعلیمات کے ساتھ دوسری اقوام و مذاہب والوں سے بہت سے معاشرتی، سماجی، تجارتی اور سیاسی تعلقات استوار کیے جاسکتے ہیں۔ اسلام نے اس کی اجازت دی ہے۔ اس سلسلے میں اسلام کی ایک مستقل پالیسی یہ ہے کہ جس کے ساتھ جنگ یا عداوت کا سلسلہ قائم نہیں ہے، اس کے ساتھ بہ ہر حال، حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ (الممتحنہ: ۸)

''اللہ تمھیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو، جنھوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمھیں تمھارے گھروں سے نہیں نکالا ہے۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

جس کے ساتھ جنگ، عداوت اور مخاصمت کا سلسلہ ہے، اس کے بارے میں بھی عدل و انصاف کے تقاضوں کو مجروح ہونے نہیں دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (المائدہ:۸)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو۔ جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے باخبر ہے۔''

حالت جنگ میں اچھے برتاؤ کی تاکید

محارب قوم کے ساتھ عدل وانصاف کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ جو افراد جنگ میں حصہ نہ لے سکتے ہوں، جیسے عورتیں، بچے، بوڑھے اور معذورین وغیرہ، ان کے ساتھ وہ رویہ اختیار نہیں کیا جائے گا جو برسر جنگ افراد کے ساتھ کیا جاتا ہے بلکہ ان کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک کا رویہ اختیار کیا جائے گا۔ رسول کریم ﷺ کی اس بارے میں واضح تعلیمات موجود ہیں۔ ارشاد نبویؐ ہے:

انطلقوا باسم اللّٰه و باللّٰه و على ملة رسول اللّٰه؛ ولا تقتلوا شيخا فانيا، ولا طفلا ولا صغيرا ولا امرأة ولا تغلوا و ضموا غنائمكم و أصلحوا و أحسنوا؛ ان اللّٰه يحب المحسنين. (ابو داؤد: كتاب الجهاد، باب فى دعاء المشركين)

''کوچ کرو اللہ کے نام سے، اللہ کے واسطے اور رسول اللہؐ کے ملت پر رہتے ہوئے۔ عمر رسیدہ بوڑھوں کو قتل مت کرنا اور نہ بچوں، کم عمروں اور عورتوں کو قتل کرنا اور مال غنیمت میں دھوکہ دہی سے کام نہ لینا، بیت المال میں جمع کر دینا، اصلاح اور احسان کرو۔ بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

جنگ کے دوران جنھیں قتل کرنے کی اسلام نے اجازت دی ہے، ان کے بارے میں بھی متعدد ہدایتیں دی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک حدیث میں وارد ہے کہ دشمن کو آگ کے ذریعے موت کی سزا مت دو۔ ارشاد نبوی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن أبی هریرةؓ أنه قال: بعثنا رسول اللّٰهؐ فی بعث فقال: ان وجدتم فلانا و فلانا فأحرقوهما بالنار. ثم قال رسول اللّٰهؐ حین أردنا الخروج: انی أمرتکم أن تحرقوا فلانا و فلانا و ان النار لا یعذب بها الا اللّٰه فان وجدتموهما فاقتلوهما.

(بخاری، کتاب الجهاد، باب لا یعذب بعذاب اللّٰه)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک جنگی مہم پر بھیجنے کا قصد فرمایا۔ آپ نے ہدایت کی کہ اگر تم فلاں فلاں شخص کو پاؤ تو انھیں آگ میں جلا دینا۔ پھر جب ہم جنگی مہم پر روانہ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ ابھی میں نے تم لوگوں کو حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں شخص کو جلا ڈالنا مگر اب میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ انھیں جلانے کے بہ جائے قتل کر دینا کیوں کہ آگ کی سزا دینے کا مجاز صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

قتل کرنے کا ایک وحشیانہ طریقہ یہ ہے کہ کسی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے، اس کے اعضاء و جوارح اور گوشت پوست کی بوٹی بوٹی کر دی جائے۔ اسلامی تعلیمات ہرگز اس کی اجازت نہیں دیتیں کہ اس طریقہ سے قتل کیا جائے ارشاد نبویؐ ہے:

بسم اللّٰه و فی سبیل اللّٰه. و قاتلوا من کفر باللّٰه. اغزوا ولا تغدروا ولا تغلوا ولا تمثلوا ولا تقتلوا ولیدا.

(ابو داؤد: کتاب الجهاد، باب فی دعاء المشرکین)

''اللہ کے نام سے اور اللہ کے واسطے جنگ کرو، جو اللہ کا انکار کرے اس کو قتل کرو۔ جنگ کرو عہد شکنی نہ کرنا، نہ مال غنیمت میں سے چھپا کر رکھنا اور لاشوں کا مثلہ نہ کرنا، اور چھوٹے بچوں کو قتل نہ کرنا۔''

قتل کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی کو رسیوں میں باندھ دیا جائے اور اس کو گولیوں یا تیروں کا نشانہ بنایا جائے۔ اسلام نے اس سے بھی منع کر دیا ہے۔ ایک روایت میں وارد ہے:

عن ابن تعلی، قال غزونا مع عبد الرحمن بن خالد بن الولید فأتی بأربعة اعلاج من العدو فأمر بهم فقتلوا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صبرا. فبلغ ذلک أبا أیوب الأنصاری فقال: سمعت رسول اللّٰہ ﷺ ینهی عن قتل صبرا. فو الذی نفسی بیده، لو کانت دجاجة ما صبرتها. فبلغ ذلک عبدالرحمن بن خالد بن الولید فاعتق أربع رقاب.

(حوالہ سابق: باب فی قتل الأسیر بالنبل)

''حضرت بن تعلیٰ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبدالرحمان بن خالد بن الولید کے ساتھ ایک جنگ میں حصہ لیا، جس میں دشمنوں میں سے چار پہلوان پکڑے گئے۔ ان کے بارے میں قتل کا حکم صادر کیا گیا۔ چناں چہ وہ رسیوں سے باندھ کر قتل کر دیے گئے۔ یہ بات جب حضرت ابوایوب انصاری کو پہنچی تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے رسیوں سے باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ قسم خدا کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر ان کی جگہ مرغیاں بھی ہوتیں تو میں انھیں باندھ کر قتل نہ کرتا (چہ جائے کہ انسانوں کو اس طریقہ سے قتل کر دیا جائے)۔ جب یہ بات حضرت عبدالرحمان بن خالد بن الولید کو پہنچی تو انھوں نے چار غلام آزاد کیے۔''

غیر متعلق سے انتقام پسندیدہ نہیں

دشمن کے ساتھ عدل وانصاف کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ کسی غیر متعلق شخص سے انتقام نہ لیا جائے۔ ایک مومن اس کے تقاضوں کو کبھی بھی مجروح ہونے نہیں دیتا۔ حضرت خبیب انصاری کا واقعہ اس کا بین ثبوت ہے۔ امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ وہ ایک سریہ (فوجی مہم) میں دھوکے سے مشرکین کے ہاتھوں گرفتار کر لیے گئے اور مکہ میں بنو حارث بن عامر بن نوفل کے ہاتھوں فروخت کر دیے گئے۔ بنوالحارث نے ان کو قید کر لیا تاکہ اپنے باپ حارث کے خون کا بدلہ لے سکیں، جو بدلے میں قتل کر دیا گیا تھا۔ قید و بند کے دوران ایک دن خبیب الانصاری نے غیر ضروری بال صاف کرنے کے لیے استرہ منگوایا۔ اتفاق سے بنوالحارث کا ایک چھوٹا سا بچہ حضرت خبیب کے پاس پہنچ گیا، جسے انھوں نے انتہائی شفقت سے اپنی گود میں بٹھا لیا۔ ان کے ایک ہاتھ میں استرہ تھا اور وہ بچہ ان کی گود میں تھا، جس کے گھر والے حضرت خبیب کو قتل کر دینے کا ارادہ کر چکے تھے۔ اگر حضرت خبیب الانصاری چاہتے تو اس بچے کو یرغمال بنا کر اپنی رہائی حاصل کر سکتے تھے یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے قتل کا پیش گی بدلہ لے سکتے تھے مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا اور اس کے گھر والوں کو اطمینان دلایا کہ وہ اس بچے کو ہرگز کوئی گزند نہیں پہنچائیں گے۔

(بخاری: کتاب الجهاد، باب هل یستاسر الرجل و من لم یستاسر و من رکع رکعتین عند القتل)

دشمنوں کے ساتھ عدل وانصاف

جنگ کے ساتھ جنگی قیدیوں کا مسئلہ جڑا ہوا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں دو ایسے قیدیوں کو جو خونی رشتوں میں منسلک ہوں، ان کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کو ایک ساتھ رکھا جائے گا تاکہ وہ دونوں آپس میں ملاقات کر سکیں۔ حدیث میں وارد ہے:

عن علیؓ أنه فرق بین جاریة و ولدها فنهاه النبی ﷺ عن ذلک ورد البیع. (ابو داؤد: کتاب الجهاد، باب فی التفریق بین السبی)

''حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک لونڈی اور اس کے بچے کو الگ الگ کر دیا۔ نبی کریم ﷺ کو جب اس واقعے کا علم ہوا تو آپ نے ان کو اس سے منع فرمایا اور بیع کو رد کر دیا۔''

اسلام کی یہ تعلیمات صرف انسانوں یا میدان جنگ تک مخصوص یا محدود نہیں ہیں بلکہ اس میں عام زندگی میں اور عام حیوانوں کے ساتھ نرمی، رحم اور ہمدردی کی تعلیمات ملتی ہیں۔ ذیل میں اس تعلق سے چند احادیث نقل کی جا رہی ہیں تاکہ ان سے اندازہ ہو سکے کہ اسلام دنیا میں تشدد پھیلانے کے لیے نہیں بلکہ تشدد کو ختم کرنے کے لیے آیا ہے اور مسلمان تشدد کی سرپرستی کرنے والے نہیں بلکہ اس کی بیخ کنی کرنے والے ہوتے ہیں۔

عام جانوروں کے ساتھ تشدد ممنوع ہے

جس طرح ایک انسان کو وحشت ناک طریقے سے قتل کرنے یا اس کا مثلہ کرنے یا اس کو باندھ کر تیروں کا نشانہ بنانے کی اسلام میں ممانعت ہے اسی طرح ایک عام جان دار یا حیوان کو بھی ان طریقوں سے قتل کرنے کی ممانعت ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

نهی النبی ﷺ أن تصبر البهائم. (بخاری: کتاب الذبائح والتسمیة، باب ما یکره من المثلة والمصبورة والمجثمة)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''نبی کریم ﷺ نے جانوروں کو باندھ کر نشانہ بنانے سے منع فرمایا''۔

ایک دوسری روایت میں ارشاد ہے:

لعن النبی ﷺ من مثل بالحیوان. (ایضاً)

''نبی کریم ﷺ نے اس شخص پر لعنت کی ہے جس نے کسی جانور کا مثلہ کیا''

ایک اور روایت میں کسی جانور کو آگ کی سزا دینے سے سختی کے ساتھ یوں منع کیا گیا ہے:

عن عبد الرحمن بن عبد اللّٰہ عن ابیہ قال کنا مع رسول اللّٰہ ﷺ فی سفر فانطلق لحاجتہ فرأینا حمرۃ معھا فرخان فأخذنا فرخیھا فجاء ت الحمرۃ فجعلت تعرش؛ فجاء النبی ﷺ فقال: من فجع ھذہ بولدھا؟ ردوا ولدھا الیھا. و رأی قریۃ نمل قد حرقناھا. فقال من حرق ھذہ؟ قلنا: نحن، قال: انہ لا ینبغی أن یعذب بالنار الا رب النار. (ابو داؤد: کتاب الجھاد باب: کراھیۃ حرق العدو بالنار)

''حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ سے مروی ہے، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ اسی دوران جب کہ آپؐ کسی ضرورت کے تحت کہیں چلے گئے تھے، ہم نے ایک پرندے کو دیکھا جس کے ساتھ دو چوزے بھی تھے۔ ہم نے اس کے دونوں چوزوں کو لے لیا۔ اسی دوران وہ پرندہ آیا اور فضا میں چکر کاٹنے لگا۔ آپؐ تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ اس پرندے کو کس نے پریشانی میں ڈالا ہے؟ اس کے بچوں کو اسے واپس کر دو۔ اسی طرح آپؐ نے چیونٹیوں کی ایک آبادی کو دیکھا، جسے ہم نے آگ سے جلا ڈالا تھا۔ آپؐ نے پوچھا کہ کس نے اسے جلایا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم نے ایسا کیا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ آگ کی سزا دینا آگ والے کے علاوہ دوسرے کے لیے مناسب نہیں ہے۔''

بعض مقاصد کے لیے جانوروں کو داغ کر نشان زد کر دیا جاتا ہے۔ یہ بھی ان کے ساتھ سختی اور بے رحمی ہے۔ اسی لیے نبی کریمؐ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

عن جابر قال: ان النبی ﷺ مر علیہ بحمار و قد وسم فی وجھہ. فقال: أما بلغکم أنی لعنت من وسم البھیمۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی وجهها أو ضربها فی وجهها؟ فنهی عن ذلک.

(ایضاً، باب النهی عن الرسم فی الوجه والضرب فی الوجه)

''حضرت جابرؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ کے پاس سے ایک بار ایک گدھا گزرا، جس کے چہرے کو داغ دیا گیا تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کیا لوگوں کو یہ بات نہیں پہنچی ہے کہ میں نے اس شخص پر لعنت کی ہے، جس نے کسی جانور کے چہرے کو داغا یا اس کے چہرے پر مارا؟ پھر آپؐ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔''

بعض لوگوں کو شوق ہوتا ہے اور اپنے شوق کی خاطر وہ خواہ مخواہ چھوٹے چھوٹے جانوروں کو سزا دیتے پھرتے ہیں۔ نبی کریمؐ نے اس سے بھی منع فرمایا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

عن ابن عباس، قال: ان النبی ﷺ نهی عن قتل أربع من الدواب: النملة والنحلة والهدهد والصرد.

(ایضاً، کتاب الأدب، باب فی قتل الذر)

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے ان چار چوپایوں اور حشرات الارض، چیونٹی، شہد کی مکھی ہدہد اور لٹورے کو جان سے مارنے سے منع فرمایا ہے۔''

جانوروں پر تشدد کی ایک قسم یہ ہے کہ ان سے پوری پوری خدمت لی جائے مگر ان کو پوری خوراک نہ دی جائے۔ ظاہر ہے کہ اس سے جانوروں کو تکلیف لاحق ہوگی۔ اس لیے رسول کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ بہتر طریقے سے انھیں کام میں لاؤ۔ ارشاد نبویؐ ہے:

مر رسول الله ﷺ ببعير قد لحق ظهره ببطنه. قال: اتقوا الله فی هذه البهائم المصممة فاركبوها صالحة و كلوها صالحة.

(ابو داؤد: کتاب الجهاد، باب ما یؤمر به من القیام علی الدواب والبهائم)

''ایک بار رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ایسا اونٹ گزرا، جس کا پیٹ اس کی پیٹھ سے (بھوک کے مارے) لگ گیا تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ جب یہ صحیح سالم ہوں تو ان پر سواری کرو اور صحیح سالم ہوں تو ان کا گوشت کھاؤ۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ نے کسی ایسی چیز سے کھیلنے سے بھی منع فرمایا ہے، جو دوسروں کے لیے تکلیف کا باعث بن جائے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

عن عبد اللّٰه بن مغفل، قال: نهى رسول اللّٰه ﷺ عن الخذف قال: انه لا يصيد صيدا ولا ينكأ عدوا و انما يفقأ العين و يكسر السن. (ابو داؤد: كتاب الأدب باب في الخذف)

''حضرت عبداللہ بن مغفل سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے غلیل بازی سے منع فرمایا کیوں کہ اس سے نہ شکار کیا جا سکتا ہے نہ دشمن کو مارا جا سکتا ہے البتہ اس سے آنکھ پھوڑی جا سکتی ہے اور دانت توڑے جا سکتے ہیں۔ (اور یہ خواہ مخواہ کا ضرر ہے لہٰذا اس سے پرہیز کرو)''

حسن اخلاق کا حکم عام ہے

رحم، ہمدردی، رواداری اور نرمی پر مشتمل ان تعلیمات کے علاوہ اسلام سے متعلق بعض وہ بنیادی تعلیمات بھی ذہن میں رہنی چاہییں، جن سے اسلام کی انسانیت نوازی پوری دنیا کے لیے رحمت ثابت ہوتی ہے کیوں کہ اسلام ایک ایسا جامع اور مکمل دین ہے، جو ساری انسانیت کے لیے عام ہے۔ کسی خاص ملک وقوم یا نسل کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ قیامت تک کے لیے پوری انسانیت کے لیے ہے، جو لوگوں کو دنیا و آخرت کی کامیابی کی راہ دکھاتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ کسی خاص نسل یا گروہ سے نفرت وعداوت یا ظلم وتشدد کی تعلیم کیسے دے سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اس کی عمومیت ختم ہو جائے گی اور وہ ایک خاص گروہ و جماعت کا مذہب بن کر رہ جائے گا۔ قرآن میں صریح الفاظ میں بار بار اس کا اعلان کیا گیا ہے کہ اس کی ہدایتیں سارے لوگوں کے لیے عام ہیں اور پوری انسانیت اس کی مخاطب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۠

(الاعراف:۱۵۸)

''اے نبیؐ! کہو کہ اے انسانو، میں تم سب کی طرف اس خدا کا پیغمبر ہوں، جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ○ (الانبیاء:۱۰۷)

''اے نبیؐ! ہم نے تو آپؐ کو تمام دنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

یہ تو اسلام کی عمومیت کی دلیل ہوئی۔ خود مسلمانوں کا مقصد وجود اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ وہ ساری دنیا میں اسلام کے اس پیغام کو پھیلائیں، جو اس کے آخری رسولؐ لے کر آئے تھے۔ ظاہر ہے کہ دین کی دعوت، نفرت وعداوت کے ذریعے نہیں بلکہ محبت اور شفقت کے ذریعے عام کی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران:۱۱۰)

''تم وہ بہترین امت ہو، جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

علمائے اسلام نے بیان کیا ہے کہ داعی کے لیے مدعو کے حق میں دل سوزی، خیر خواہی حسن نیت اور نرمی، سختی اور تشدد سے پرہیز وہ لازمی صفات ہیں، جن کے بغیر دعوت کا کام انجام دیا ہی نہیں جاسکتا۔ (الحسبة فی الاسلام: لابن تیمیه، ص:۷۲) قرآن میں نبی کریم ﷺ کے حوالے سے اس نکتے کو یوں واضح کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَ لَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ ۚ (آل عمران:۱۵۹)

''(اے پیغمبر!) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو، ورنہ اگر کہیں تم تند خو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمھارے گرد وپیش سے چھٹ جاتے۔ لہٰذا ان کے قصور معاف کردو، ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو اور پیش آمدہ معاملات ومسائل میں ان کو بھی شریک مشورہ رکھو۔''

۲۔ قرآن وحدیث میں اچھے اخلاق اپنانے اور بری عادتوں سے بچنے کی تاکیدیں آئی ہیں، خاص کر دوسروں کے تعلق سے تواضع وخاکساری، نرمی ورأفت، عفو ودرگزر، برواحسان اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدل وانصاف کا حکم دیا گیا ہے۔ اس طرح مکر وفریب، نخوت وتکبر، شدت اور سختی، غصہ وغضب، انتقام اور فتنہ وفساد سے اجتناب کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ احکام بالکل عام ہیں۔ اس معاملے میں شریعت نے اپنوں اور غیروں یا مسلمانوں یا غیر مسلموں میں فرق نہیں کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب ان ہدایات میں عمومیت ہے تو پھر مسلمان ان کے خلاف دوسروں کے ساتھ سختی یا سنگ دلی کا مظاہرہ کیوں کر کر سکتے ہیں؟ لازمی بات ہے کہ ان کا رویہ ہر ایک کے ساتھ یکساں ہوگا اور بلا کسی وجہ شرعی کے وہ اپنوں اور غیروں کے ساتھ امتیازی سلوک نہ کرے گا، خاص کر عدل وانصاف کے تعلق سے مومن کا شیوہ ہی یہ ہوگا کہ دوسرے اس کے حق پرستی کے قائل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ ۠ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (المائدہ:۸)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر درستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو کہ یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ. (بخاری: کتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم)

''جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔''

کسی کی جان کے درپے ہونا مومن کی شان نہیں

۳- قتال وجہاد کے احکام سے عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا کام دوسروں سے لڑنا جھگڑنا، خون خرابہ کرنا اور مخالفوں اور دشمنوں کی گردنیں اڑانا ہے۔ حالاں کہ اسلام وہ مذہب ہے، جس نے انسانی جان کو انتہائی محترم قرار دیا ہے اور ایک شخص کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل بتایا ہے، اس پر جہنم کی وعید سنائی ہے اور اس کے لیے قصاص کی دفعات قائم کی ہیں۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۝ (المائدہ:۳۲)

''اس وجہ سے بنی اسرائیل پر ہم نے یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔ مگر ان کا حال یہ ہے کہ ہمارے رسول پے در پے ان کے پاس کھلی کھلی ہدایات لے کر آئے پھر بھی ان میں بہ کثرت لوگ زمین میں زیادتیاں کرنے والے ہیں۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ۭ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ۭ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاۗءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ۭ (البقرہ:۱۷۸)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمھارے لیے قتل کے مقدموں میں قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے۔ آزاد آدمی نے قتل کیا ہو تو اس کو آزاد ہی سے بدلہ لیا جائے، غلام قاتل ہو تو وہ غلام ہی قتل کیا جائے اور عورت اس جرم کی مرتکب ہو تو اس عورت ہی سے قصاص لیا جائے۔ ہاں، اگر کسی قاتل کے ساتھ اس کا دینی بھائی کچھ نرمی کے لیے تیار ہو تو معروف طریقے کے مطابق خون بہا کا تصفیہ ہونا چاہیے۔ اور قاتل کو لازم ہے کہ راستی کے ساتھ خون بہا ادا کرے۔''

ایک جگہ اور ارشاد ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ (المائدہ:۴۵)

''تورات میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت، اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ۔''

ایک حدیث میں مومن کی شان ہی یہ بتائی گئی ہے کہ اس سے کسی کو جان و مال کا خطرہ پیش نہیں آسکتا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

المؤمن من امنه الناس علٰی دمائهم و اموالهم.

(ترمذی: کتاب الایمان، باب: ۱۲)

''مومن وہ ہے، جس سے لوگ اپنی جان و مال کے بارے میں مامون رہیں۔''

دوسروں کی جان و مال کے تعلق سے آں حضور ﷺ کا رویہ ہمیشہ آسان پسندی اور درگزر کا تھا۔ ذاتی معاملات میں کبھی آپؐ نے کسی سے انتقام نہیں لیا۔ ہمیشہ آپؐ نے اپنے دشمنوں کو معاف کر دیا۔ حدیث میں وارد ہے:

عن عائشةؓ، قالت: ما خیر النبی ﷺ بین أمرین الا اختار أیسرهما مالم یأثم. فاذا کان الاثم کان ابعدهما منه، واللّٰه ما انتقم لنفسه فی شیيء یؤتی الیه قط حتی تنتهک حرمات اللّٰه فینتقم للّٰه.

(بخاری: کتاب الحدود، باب اقامة الحدود والانتقام لحرمات اللّٰه)

''حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ جب کبھی نبی کریم ﷺ کو دو معاملوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپؐ نے ان میں سے آسان معاملے کو منتخب فرمایا الا یہ کہ اس سے گناہ کے صدور کا امکان ہوتا تو ایسی صورت میں آپؐ اس سے الگ ہی رہتے۔ قسم خدا کی، نبی کریمؐ نے کبھی بھی اپنی ذات کے لیے کسی سے بدلہ نہیں لیا الا یہ کہ اللہ کی حرمت پامال کی جا رہی ہو۔ ایسی صورت میں آپؐ اللہ کے واسطے بدلہ لیتے تھے۔''

ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اس بات پر سخت ناگواری کا بھی اظہار فرمایا ہے، جو خواہ مخواہ دوسروں کی جان کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ناحق کسی کے خون کو بہانا چاہتے ہیں۔ ارشاد نبویؐ ہے:

أبغض الناس الی اللّٰه ثلاثة: ملحد فی الحرم و مبتغ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی الاسلام سنة الجاهلية و مطلب دم امرئ بغير حق ليهريق دمه. (بخاری: کتاب الدیات، باب من طلب دم أمری بغیر حق)

''اللہ کے نزدیک تین اشخاص سخت مبغوض ہیں: ایک وہ جو حرم میں الحاد کا شکار ہو۔ دوسرا وہ جو اسلام میں جاہلیت کا طریقہ ایجاد کرے۔ تیسرا وہ جو بلا استحقاق کسی کے خون کا دعویٰ کرے تاکہ اس کو بہادے۔''

اسی طرح کسی معاہد یا ذمی (جس کی جان و مال کی حفاظت کا ذمہ اسلامی ریاست نے لیا ہو) کو قتل کر دینے پر نبی کریم ﷺ نے سخت وعید فرمائی ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

من قتل نفسا معاهدة لم يرح رائحة الجنة و ان ريحها توجد من مسيرة أربعين عاما.

(بخاری: کتاب الدیات، باب اثم من قتل ذمیا بغیر حرم)

''جس نے کسی معاہد کو قتل کیا وہ جنت کی خوش بو بھی نہ پائے گا جب کہ اس کی خوش بو چالیس سال کی مسافت کی دوری ہی سے ملنے لگتی ہے۔''

مومن عافیت پسند ہوتا ہے

نبی کریم ﷺ ایام جنگ میں بھی دشمن سے مڈبھیڑ ہونے سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے اور لوگوں کو تلقین کرتے تھے کہ دشمن سے ملاقات کی تمنا مت کرو اور اللہ سے عافیت طلب کرو۔ ارشاد نبویؐ ہے:

ايها الناس! لا تتمنوا لقاء العدو، وسلوا الله العافية.

(بخاری: کتاب الجهاد، باب لاتمنوا لقاء العدو)

''اے لوگو! دشمن سے مڈبھیڑ ہونے کی آرزو مت کرو بلکہ اللہ سے عافیت طلب کرو۔''

دشمن کے خلاف بددعا سے پرہیز

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بہت سے قبائل نے سرکشیاں کیں اور وہ گروہ مسلمین سے برسرپیکار ہوئے۔ خود آپؐ کو ان کے مظالم کا شکار ہونا پڑا۔ بعض وقت آپ پر پتھر کی بارش کی گئی، جس سے آپ لہولہان ہو گئے۔ آپ چاہتے تو ان کے خلاف بددعا کر کے ان کو اللہ تعالیٰ سے سزا دلوا سکتے تھے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ بعض مواقع پر آپ سے درخواست بھی کی گئی کہ فلاں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فلاں قبیلے کے خلاف بددعا کر دیجیے۔ مگر آپ نے ان کے خلاف بددعا کرنے کے بہ جائے ان کی ہدایت کی دعا فرمائی، جس سے آپ کی انسانیت نوازی ظاہر ہوتی ہے۔ حدیث میں وارد ہے:

قدم الطفيل بن عمرو الدوسي و أصحابه على النبي ﷺ فقالوا: يا رسول الله ﷺ! ان دوسا عصت و أبت فادع الله عليها. فقيل هلكت دوس. فقال اللهم اهد دوسا و أت بهم.

(بخاری: کتاب الجهاد، باب الدعاء للمشرکین بالهدی لیتألفهم)

''حضرت طفیل بن عمرو دوسی اور ان کے ساتھی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! دوسی قبیلے والوں نے نافرمانی کی اور انکار کیا۔ آپؐ ان کے خلاف بددعا فرما دیجیے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ قبیلہ ہلاک ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور فرماں بردار بنا۔''

عہد نبوی میں یہودی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مبہم الفاظ استعمال کرتے، جس سے نازیبا معنی نکلتے تھے۔ اس کے باوجود نبی کریمؐ نے ترکی بہ ترکی جواب دینے سے منع فرمایا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

عن عائشة رضي الله عنها قالت: استأذن رهط من اليهود على النبي ﷺ فقالوا: السام عليكم: فقلت بل عليكم السام واللعنة. فقال يا عائشه! ان الله رفيق يحب الرفق في الأمر كله قلت: أو لم تسمع ما قالوا؟ قال: قلت: و عليكم.

(بخاری: کتاب استتابة المعاندین والمرتدین، باب اذا عرّض الذمی وغیره بسب النبی ﷺ)

''حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کچھ یہودی حاضر ہوئے اور ''السام علیکم'' (تمھاری موت ہو) عرض کیا۔ میں نے جواب دیا کہ بلکہ تم پر موت ہو اور لعنت برسے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ اللہ تعالیٰ نرم خو ہے اور نرمی کو ہر معاملے میں پسند کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ نے سنا نہیں کہ انھوں نے کیا کہا تھا؟ آپ نے فرمایا: میں نے بھی تو ویسا ہی جواب دیا تھا۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تمام تفصیلات سے معلوم ہوا کہ اسلام دہشت گردی، تشدد، خون ریزی اور تخریب کاری کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ امن وامان، رواداری، محبت، ہمدردی اور نرمی کی تعلیم دیتا ہے اور ایک مسلمان اپنی زندگی میں اسلامی تعلیمات کا پابند ہوتا ہے اور وہ وہی کرتا ہے جو اس کے اللہ اور رسولؐ نے کرنے کی اجازت دی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی مرضی کے خلاف وہ ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ (الفرقان:۶۳-۶۸)

''اور لوگ جو اللہ کے بندے (مومن) ہیں، زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور جاہل ان کے منہ آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام! اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں۔ وہ دعائیں کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! جہنم کے عذاب سے ہم کو بچالے اس کا عذاب تو جان کا لاگو ہے؛ وہ تو بڑا ہی برا ٹھکانہ اور جائے قیام ہے۔ وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ ان کا خرچ دونوں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے۔ وہ اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے۔ اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں؛ یہ کام جو کوئی کرے وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا۔''

ایک دوسری جگہ ایک حقیقی مومن کی تصویر اس طرح کھینچی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۫ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۫ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ (آل عمران:۱۳۴،۱۳۵)

''وہ لوگ جو ہر حال میں خرچ کرتے ہیں خواہ بدحال ہوں یا خوش حال۔ جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔ ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔ اور جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً اللہ انھیں یاد آ جاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں۔ کیوں کہ اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہو؟ اور کبھی دانستہ اپنے کیے پر وہ اصرار نہیں کرتے۔''

آیات جہاد وقتال کا پس منظر

پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن میں جہاد وقتال کا حکم کیوں دیا گیا ہے اور اس میں سختی اور تشدد کے جو احکام ہیں، ان کا اطلاق کہاں ہوگا؟ اس کا جواب خود ان آیات کا بہ غور مطالعہ کرنے سے مل جاتا ہے۔ قرآن میں جہاں قتال و جہاد کا حکم دیا گیا ہے، وہاں اس کا پس منظر بھی بیان کیا گیا ہے اور ان اسباب وعلل کو بھی واضح کیا گیا ہے، جن کے لیے قتال و جہاد واجب ہو جاتا ہے۔ ایسے اسباب ماقبل بھی پیدا ہوئے تھے، جن کا قلع قمع کرنے کے لیے جہاد کیا گیا اور مستقبل میں بھی پیدا ہو سکتے ہیں، جن کے ازالے کے لیے طاقت کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ذیل میں ان آیات کا مختصر مطالعہ پیش کیا جاتا ہے، جن میں جہاد کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

امن وامان ہر شخص کو مطلوب ہے

امن وامان دنیا کے ہر شخص کو مطلوب ہے، چاہے اس کا تعلق کسی بھی دین و مذہب سے ہو۔ ہر شخص تمنا کرتا ہے کہ وہ سکون وچین سے زندگی گزارے اور اس کی جان و مال کو خطرہ لاحق نہ ہو۔ وہ جہاں بھی رہے، اس کی زندگی سلامت رہے۔ اس کے برعکس اس دنیا میں ایسے لوگ بھی پائے جاتے رہے ہیں، جنھوں نے ہمیشہ امن وامان کو نقصان پہنچایا ہے، لوگوں کی جان و مال پر دھاوا بولا ہے اور انسانی حقوق کو پامال کیا ہے۔ ایسی صورت میں ایسے عناصر کی بیخ کنی کرنا فرض

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوجاتا ہے۔ تاکہ لوگ امن وسکون سے زندگی گزار سکیں۔ قرآن میں ایسے ہی لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۝ (المائدہ:۳۳)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، ان کی سزا یہ ہے کہ وہ قتل کر دیے جائیں یا سولی پر چڑھا دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ ملک سے نکال دیے جائیں۔ یہ رسوائی تو ان کے لیے دنیا میں ہے؛ اور (اس کے علاوہ) آخرت میں بھی ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔''

دفاع کا حق

امن وامان جس طرح ہر آدمی کو مطلوب ہے، اسی طرح وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اگر کوئی اس پر حملہ کر دے اور اس کی جان و مال کے درپے ہوجائے تو وہ اس کا دفاع کر سکے اور کوئی قانون اور سوسائٹی اس کو اس حق سے محروم نہ کرے۔ قرآن نے بھی حق دفاع کو تسلیم کیا ہے اور حملہ آور کو بہ زور طاقت بھگانے کی اجازت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ ۪ (البقرہ:۱۹۴)

''لہٰذا جو تم پر دست درازی کرے تو تم بھی اس کی دست درازی کے مطابق اس سے بدلہ لو۔''

اجتماعی دفاع

دفاع جس طرح انفرادی ضرورت ہے، اسی طرح ایک اجتماعی ضرورت بھی ہے۔ کبھی ایک فرد دوسرے فرد پر حملہ کرتا ہے۔ اسی طرح ایک گروہ دوسرے گروہ پر حملہ آور ہوتا ہے۔ قرآن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اجتماعی دفاع کے حق کو بھی تسلیم کیا ہے اور حملہ آوروں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَo وَاقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ (البقرہ:۱۹۰،۱۹۱)

''اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ان سے لڑو جہاں بھی تمھارا ان سے مقابلہ درپیش آئے اور انھیں نکالو جہاں سے انھوں نے تم کو نکالا ہے۔ اس لیے کہ قتل اگرچہ برا ہے مگر فتنہ اس سے بھی زیادہ برا ہے۔''

دوسروں کی طرف سے مدافعت

اسلام نے نہ صرف دفاع کے حق کو تسلیم کیا ہے بلکہ ایسے لوگوں کی طرف سے بھی دفاع کو ضروری قرار دیا ہے، جو خود دفاع کی پوزیشن میں نہ ہوں۔ اور اگر وہ مظالم کا شکار ہو رہے ہوں تو ان کی طرف سے بھرپور دفاع کیا جائے گا۔ قرآن کا ارشاد ہے:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِیْرًا ؕ (النساء:۷۵)

''تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں ان کم زور مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال جہاں کے لوگ بڑے ظالم و جفا کار ہیں اور ہمارے لیے خاص اپنی طرف سے ایک محافظ و مددگار مقرر فرما۔''

معاہدہ شکنی قابل سزا جرم

پوری انسانی برادری چند بین الاقوامی معاہدوں کے تحت جی رہی ہے۔ ان معاہدوں کا بنیادی مقصد ایک دوسرے کی جان و مال کی حرمت کو برقرار رکھنا ہے۔ کوئی شخص یا ملک ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاہدوں کا پاس ولحاظ نہ رکھے اور دوسروں کی جان و مال کی حرمت کو پامال کرتا پھرے تو ظاہر بات ہے کہ دنیا میں امن وامان کا قیام ممکن نہیں ہے اور ایک طرفہ طور پر کوئی بھی ان کا پابند ہو کر نہیں رہ سکتا ہے۔ قرآن میں جن سنگین اسباب کے تحت قتال کا حکم دیا گیا ہے، ان میں ایک سبب معاہدہ شکنی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّ هُمْ لَا يَتَّقُوْنَ○ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ○ (الانفال:۵۶،۵۷)

''ان میں سے وہ لوگ جن کے ساتھ تو نے معاہدہ کیا پھر وہ ہر موقع پر اس کو توڑتے ہیں اور ذرا خدا کا خوف نہیں کرتے پس اگر یہ لوگ تمھیں لڑائی میں مل جائیں تو ان کی ایسی خبر لو کہ ان کے بعد دوسرے جو لوگ ایسی روش اختیار کرنے والے ہوں، ان کے حواس باختہ ہو جائیں۔ توقع ہے کہ بدعہدوں کے اس انجام سے وہ سبق لیں گے۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَ هَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَ هُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (التوبہ:۱۳)

''تم کیوں نہیں ان سے جنگ کرتے ہو، جنھوں نے اپنے عہد توڑ ڈالے اور رسول کو ملک سے نکال دینے کا قصد کر لیا اور زیادتی کی ابتدا کرنے والے وہی تھے۔''

ملک وریاست سے غداری اور اس کی سزا

کسی ملک وریاست کا قیام واستحکام اس وقت تک ممکن ہے جب تک کہ اس کے تمام شہری اس ملک وریاست کے تئیں وفادار اور تعمیر وترقی کے خواہاں ہوں۔ اگر کوئی شخص بہ ظاہر اس کا وفادار شہری ہو مگر بہ باطن وہ ملکی مفادات کے خلاف کام کرے یا خفیہ طور پر اس کے خلاف سازشیں کرے تو ظاہر ہے کہ اس میں انتشار واختلاف پیدا ہوگا اور ملک کے استحکام کو نقصان پہنچے گا۔ اس لیے دنیا کے ہر ملک کے قانون میں غدار وطن کی سزا موت متعین کی گئی ہے۔ کیوں کہ یہ ہے ہی ایسا سنگین جرم! قرآن میں بھی اسی لیے غداری کی سزا موت مقرر کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝ (الاحزاب: ۶۰، ۶۱)

''اگر منافقین اور وہ لوگ، جن کے دلوں میں خرابی ہے، اور وہ جو مدینہ میں ہیجان انگیز افواہیں پھیلانے والے ہیں، اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم ان کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے تمھیں اٹھا کھڑا کریں گے۔ پھر وہ اس شہر میں مشکل ہی سے تمھارے ساتھ رہ سکیں گے۔ ان پر ہر طرف سے لعنت کی بوچھار ہوگی۔ جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بری طرح مارے جائیں گے۔''

جہاد کا اعلیٰ مقصد

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی تخلیق فرمائی اور اس میں تمام چیزوں کو پیدا فرمایا۔ انھی چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک باشعور مخلوق کی حیثیت سے وجود بخشا تاکہ اس کی آزمائش کر سکے اور اچھے کو اچھا اجر دے اور برے کو برا۔ نیکوکار کو جنت نصیب کرے اور بدکار کو جہنم رسید کرے۔ اس مقصد کے تحت اس نے پیغمبروں اور رسولوں کو مبعوث فرمایا تاکہ لوگ صحیح راستہ اختیار کر کے جنت کے مستحق ہوں اور جہنم کی آگ سے بچ جائیں۔ انسانوں کو احکام دین کا پابند بنانے کا مقصد سراسر یہ ہے کہ انسان خدا کی پیروی اختیار کرے اور اس کے غضب سے بچ جائے۔ اب جو شخص نہ خود دین حق پر عمل کرے اور نہ دوسروں کو عمل کرنے دے تو ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ نے قتال و جہاد کا حکم دیا ہے تاکہ لوگ جہنم کی آگ سے بچ سکیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝

(التوبہ: ۲۹)

''جنگ کرو اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے خلاف جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے، اسے حرام نہیں کرتے، اور دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے (تو ان سے لڑو) یہاں تک کہ وہ ذلیل و خوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بات کو ایک حدیث میں یوں واضح کیا گیا ہے:

قال اعرابی للنبی ﷺ: الرجل یقاتل للمغنم، والرجل یقاتل لیذکروا و یقاتل لیری مکانه. من فی سبیل اللّٰه؟ فقال: من قاتل لتکون کلمة اللّٰه هی العلیا فهو فی سبیل اللّٰه. (بخاری: کتاب الجهاد، باب من قاتل للمغنم هل ینقص من أجره)

''ایک اعرابی (دیہاتی) نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ ایک آدمی جہاد کرتا ہے تاکہ اسے مال غنیمت حاصل ہو اور ایک آدمی اس لیے جہاد کرتا ہے تاکہ اس کے تذکرے ہوں اور ایک شخص اپنی بہادری جتانے کے لیے جہاد کرتا ہے تو ان میں سے کون فی سبیل اللہ جہاد کرنے والا ہوگا؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ (کوئی بھی نہیں) حقیقی جہاد کرنے والا وہ ہے، جو اللہ کا کلمہ بلند کرنے کی خاطر قتال کرے۔''

ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ تمھارے ذریعے سے ایک شخص کا ہدایت پا جانا ۱۰۰ سرخ اونٹ سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ (بخاری، ابوداؤد)

ایک جنگ کے موقعے پر حضرت خالد بن الولید نے بعض ایسے لوگوں کو قتل کر دیا، جو عین لڑائی کے وقت توحید کا اقرار کر رہے تھے۔ اس پر نبی کریمؐ نے ان کی سرزنش فرمائی اور اس حرکت سے اپنی براءت کا اظہار فرمایا۔ (بخاری)

جہاد و قتال مسلمانوں کا مرغوب مشغلہ نہیں

جہاد و قتال کے عنوان سے عام طور پر یہ تاثر لیا جاتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا کوئی مرغوب و محبوب مشغلہ ہے۔ حالاں کہ دوسروں سے لڑائی میں خود ان کی جان کو خطرہ لاحق ہوتا ہے؛ اور جس طرح وہ دوسروں کو اپنی تلوار کا نشانہ بناتے ہیں اسی طرح وہ خود دشمن کی تلوار کا نشانہ بن سکتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی شخص خواہ مخواہ مرنا نہیں چاہتا۔ ہر کسی کے دل میں جینے کی آرزو ہوتی ہے، ہر کوئی گھر بسانا چاہتا ہے، ہر کوئی اپنی نسل کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتا ہے، ہر کوئی ترقی کرنا چاہتا ہے اور ہر کوئی سکون کی زندگی چاہتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جہاد و قتال میں اس کے امکانات کم ہو جاتے ہیں اور ہر لمحہ اس کی جان کو خطرہ رہتا ہے۔ اس کے علاوہ مال، وقت اور آرام کو بھی آدمی کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قربان کرنا پڑتا ہے۔ گھر بار چھوڑنا پڑتا ہے اور اہل وعیال کو الوداع کہنا پڑتا ہے۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ جہاد وقتال کیوں کرتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اپنے خالق مالک اور پروردگار کے حکم کی تعمیل کے لیے وہ ایسا کرتا ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اس نفسیات کو واضح کیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ:۲۱۶)

''تمھارے اوپر قتال (لڑائی) فرض کیا گیا ہے اور وہ تمھیں ناگوار ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمھیں ناگوار ہو اور وہی تمھارے لیے بہتر ہو۔ اور ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمھیں پسند ہو اور وہی تمھارے لیے بری ہو۔ اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔''

جان ومال کے انھی خطرات اور جنگ میں پیش آنے والی ہول ناکیوں کی وجہ سے خود عہد نبویؐ میں لوگوں کی ایک ایسی جماعت بنی جن کو 'منافقین' کہا جاتا ہے۔ زبان سے وہ اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کرتے تھے مگر دل سے وہ اسی لیے پکے مسلمان نہیں ہوتے تھے کیوں کہ اس صورت میں ان کو میدان جنگ میں زخمی ہونا پڑتا، شہید ہونا پڑتا اور اہل وعیال، مال ودولت اور آرام وسکون کی دنیا کھو دینا پڑتا۔ قرآن نے اس کو بھی واضح انداز میں بیان کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ (النساء:۷۷)

''جب ان پر جہاد کو فرض کیا گیا تو ان میں سے ایک فریق کا حال یہ ہے کہ لوگوں سے ایسا ڈر رہے ہیں، جیسا خدا سے ڈرنا چاہیے یا کچھ اس سے بڑھ کر۔ کہتے ہیں: خدایا! یہ ہم پر جہاد کا حکم کیوں لکھ دیا؟ کیوں نہ ہمیں ابھی کچھ اور مہلت دی؟''

جہاد اور اس کی شرائط

جہاد بہ معنی مسلح جدوجہد کے لیے کئی شرائط بیان کی گئی ہیں، جن کی موجودگی ہی میں اس کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجوب اور انعقاد ہوگا۔ اور وہ شرائط موجود نہ ہوں تو جہاد واجب نہ ہوگا خواہ مسلمان مظلوم ہی کیوں نہ ہوں۔ جہاد کی بنیادی طور پر چار شرائط ہیں۔ ذیل میں وہ بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) منظّم حکومت

جہاد کے ضمن میں پہلا اصول یہ ہے کہ اقتدار و حکومت سے عاری کسی گروپ یا تنظیم کو کارروائی کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اس اصول کو اس طرح بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ اسلام کی رو سے جہاد یعنی مسلح جدوجہد کا حق صرف حکومت کو ہے۔ حکومت کے بغیر جہاد کا کوئی تصور نہیں۔ یہ لازم ہے کہ جہاد کا اعلان حکومت کرے۔ اس کا مکمل انتظام بھی حکومت کے ذمے ہو اور وہی اس کی ہر حرکت کو کنٹرول کرے۔ گویا اسلام میں پرائیویٹ آرمی کا کوئی تصور نہیں۔

دلیل

مذکورہ اصول کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین حق کے سب سے بڑے علم برداروں یعنی پیغمبروں کو بھی یہ حق نہیں دیا کہ حکومت حاصل کیے بغیر جہاد کریں۔ اسی لیے کسی پیغمبر نے اقتدار کے بغیر جہاد کا اعلان نہیں کیا۔ ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ ان کو ہر تکلیف کا نشانہ بنایا گیا۔ ان پر ہر مصیبت ڈھائی گئی۔ مگر انھوں نے نہ تو کبھی کوئی مسلح اقدام کیا، نہ کبھی اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ لیا۔ حتیٰ کہ ان کو اور ان کے ساتھیوں کو اپنا گھر بار اور وطن چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا تب بھی انھوں نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔ ان کے پروردگار کی طرف سے انھیں صبر ہی کا حکم دیا گیا۔ حضرت نوحؑ، لوطؑ، ہودؑ، شعیبؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، یونسؑ، عیسیٰؑ اور دیگر تمام پیغمبروں کی تاریخ سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے اس وقت جہاد کیا جب وہ بنی اسرائیل کو لے کر صحرائے سینا میں چلے گئے اور وہاں انھوں نے اپنی باقاعدہ حکومت بنالی۔ حضرت عیسیٰؑ کو حکومت بنانے کا مرحلہ پیش نہیں آیا لہٰذا انھوں نے جہاد کرنے کے بہ جائے ارشاد فرمایا کہ ''جو کوئی تمھارے ایک گال پر تھپڑ مارے اس کے سامنے دوسرا گال بھی کر دو۔'' مکی دور میں ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کے پاس اقتدار نہیں تھا، لہٰذا ان تیرہ برسوں میں آپ نے کفار کی طرف سے ہر ظلم و ستم کے باوجود کوئی مسلح اقدام نہیں کیا۔ آپؐ نے صحابہ کو انتہائی صبر ہی کی تلقین کی اور صحابہ نے اس پر اس وقت تک عمل کیا جب تک ہجرت کا حکم نہ آ گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا یہ اصول اتنا واضح ہے کہ اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ البتہ بعض حالات میں بعض فقہاء نے اس میں تخفیف کو تسلیم کیا ہے۔ اس سلسلے میں آگے بحث آرہی ہے۔

علامہ ابن قدامہ المقدسی فرماتے ہیں:

''جہاد کا معاملہ امام وقت پر منحصر ہے۔'' (المغنی لابن قدامہ، ۳۵۲/۸)

علامہ سید سابق فرماتے ہیں: ''اور کفایہ فرائض کی تیسری قسم وہ ہے، جس میں حکمراں کا ہونا شرط ہے۔ مثال کے طور پر جہاد اور اقامت حدود۔'' (فقہ السنہ للسید السابق: ۶۲۱/۲)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اپنی کتاب ''الجہاد فی الاسلام'' میں لکھتے ہیں:

''جنگ کو ایک ضابطہ کے تحت لانے کے سلسلے میں اسلام کا پہلا کام یہ تھا کہ اس نے فوجی حکومت میں مرکزیت پیدا کی اور فوج میں مسمع وطاعت کا زبردست قانون جاری کیا۔ اسلام کے قواعد حرب میں اولین اور اہم ترین قاعدہ یہ ہے کہ کوئی خفیف سے خفیف جنگی کارروائی بھی امام کی اجازت کے بغیر نہیں کی جاسکتی۔ دشمن کو قتل کرنا، اس کے مال پر قبضہ کرلینا، اس کو قید کرنا، اس کے جنگی آلات کو برباد کردینا فی نفسہ جائز ہونے کے باوجود ایسی حالت میں سخت ناجائز بلکہ گناہ ہوجاتا ہے جب کہ امام (سربراہ حکومت) کے حکم و اجازت کے بغیر ایسا کیا جائے۔'' (الجہاد فی الاسلام، ص: ۲۳۸)

اس پہلو کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

''پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی باطل نظام کے اختلال وانتشار کو بھی اس وقت تک پسند نہیں کرتا جب تک اس بات کا امکان نہ ہو کہ جو لوگ اس باطل نظام کو درہم برہم کررہے ہیں، وہ اس کی جگہ پر کوئی نظام حق بھی قائم کرسکیں گے۔ انارکی اور بے نظمی کی حالت ایک غیر فطری حالت ہے بلکہ انسانی فطرت سے اس قدر بعید ہے کہ ایک غیر عادلانہ نظام بھی اس کے مقابل میں قابل ترجیح ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کسی ایسی جماعت کو جنگ چھیڑنے کا اختیار نہیں دیا ہے جو بالکل مبہم اور مجہول ہو، جس کی قوت و استطاعت غیر معلوم اور مشتبہ ہو۔ جس پر کسی با اختیار امیر کا اقتدار قائم نہ ہو۔''

(دعوت دین اور اس کا طریقہ کار، ص: ۲۴۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخالف نقطۂ نظر

درج بالا بحث سے واضح ہو جاتا ہے کہ جہاد کے لیے اولین شرط حکومت، اقتدار اور امیر کی اجازت ہونا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں اکثر فقہاء کا اتفاق ہے لیکن اسلامی تاریخ میں بعض ایسے واقعات ہیں، جن سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ ایک منظم حکومت کے بغیر بھی کسی گروہ یا تنظیم کے لیے جہاد جائز ہوگا۔ ذیل میں بعض ایسے واقعات کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلا واقعہ حضرت ابوبصیر کا ہے، جنھوں نے ساحل سمندر کے پاس کفار مکہ کے خلاف محاذ کھول دیا اور مجاہدین کے امیر بن گئے اور ان کی سرپرستی میں کافی جنگیں ہوئیں۔ حالاں کہ ابوبصیر کو نبی کریم ﷺ نے مقرر نہیں فرمایا تھا بلکہ انھوں نے خود یہ فیصلہ کیا تھا۔ بعد میں دوسرے افراد نے ان کا ساتھ دیا اور حضور ﷺ نے ان کے اس عمل پر کوئی اظہار نکیر نہیں فرمایا۔

یہ واقعہ صحیح ہے اور تمام مورخین نے اس کو بیان کیا ہے۔ لیکن اس کا پس منظر اس طرح ہے کہ اس سے مسئلہ زیر بحث میں استدلال کرنا غالباً صحیح نہیں ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقعے پر کفار قریش اور حضورؐ کے درمیان جن شرائط پر معاہدہ ہوا تھا، ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر قریش کا کوئی شخص مسلمان ہو کر اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مدینہ چلا جائے تو اسے مسلمانوں کی طرف سے واپس بھیج دیا جائے گا۔ اور اگر حضورؐ کے ساتھیوں میں سے کوئی قریش کے پاس چلا جائے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔ صلح کے کچھ دنوں بعد مکہ سے ایک مسلمان ابوبصیر، قریش کی قید سے بھاگ نکلے اور مدینہ پہنچ گئے۔ قریش نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ چناں چہ معاہدے کے مطابق حضورؐ نے انھیں ان لوگوں کے حوالے کر دیا جو ان کی واپسی کا مطالبہ کرنے کے لیے مکہ سے بھیجے گئے تھے۔ مکہ جاتے ہوئے وہ ان کی رفت سے بھاگ نکلنے میں کام یاب ہو گئے اور بحر احمر کے کنارے ایک ایسے مقام پر پڑاؤ ڈال دیا جو مدینہ سے بہت دور اور ریاست مدینہ کی حدود سے باہر تھا۔ اسی لیے وہاں صلح حدیبیہ کا اطلاق بھی نہیں ہوتا تھا۔ یہ ایسی جگہ تھی جہاں سے قریش کے تجارتی قافلے گزرتے تھے۔ اس کے بعد جو مسلمان مکہ سے بھاگ نکلنے میں کام یاب ہوتا وہ مدینہ جانے کے بہ جائے ابوبصیر کے پاس پہنچ جاتا یہاں تک کہ وہاں ستر آدمی جمع ہو گئے۔ اس طرح انھوں نے گویا ایک ننھی سی ریاست قائم کر لی جو ریاست مدینہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدود سے باہر تھی اور اس پر صلح حدیبیہ کا اطلاق نہیں ہوتا تھا۔ چناں چہ یہ لوگ قریش کے قافلوں پر چھاپے مارتے اور ان کو جانی و مالی نقصان پہنچاتے تھے۔ آخر کار قریش نے خود درخواست کی کہ ان لوگوں کو مدینہ بلا لیں۔ بعد میں وہ سب اپنی علیحدہ خود مختار حیثیت ختم کر کے مدینہ آ گئے اور اس کے شہری بن گئے۔ اس کے بعد ان کی طرف سے کسی آزادانہ کارروائی کا سوال ہی نہ رہا۔

(تاریخ الطبری، ج:۲/۶۳۹-۶۳۸)

دوسرا واقعہ حضرت حسین بن علیؓ کا ہے، جنھوں نے یزید کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ یہ اقدام خود آپ نے کیا تھا، کسی مرکز کی طرف سے آپ مقرر نہیں ہوئے تھے۔ آپ کے اس جہاد کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اس واقعے کا اصل پس منظر یہ ہے کہ اہل عراق نے اپنے سیکڑوں خطوط کے ذریعے حضرت حسین کو دعوت دی کہ وہ عراق تشریف لائیں، سارا عراق ان کو حکمراں تسلیم کرنے کے لیے تیار ہے۔ چناں چہ حقیقت حال کا جائزہ لینے کے لیے حضرت حسین اپنے اہل خاندان کے ساتھ عراق روانہ ہوئے۔ آپ نہ لڑائی کے لیے نکلے تھے اور نہ آپ کے پاس فوج تھی۔ آپ کے ساتھ آپ کے اہل خاندان اور شیر خوار بچے تھے جن کی کل تعداد بہتر تھی۔ جب اس قافلے کو راستے میں ابن زیاد اور اس کی فوج نے روک لیا تو حضرت حسین نے ان کے سامنے اس صورت حال کو ختم کرنے کے لیے تین شکلیں بیان کیں۔ ایک یہ کہ وہ (حضرت حسین) واپس مدینہ چلے جائیں۔ دوسرے یہ کہ وہ یزید کے پاس چلے جائیں اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں۔ تیسری یہ کہ وہ سرحد پر جا کر ملک چھوڑ دیں۔ یہ تینوں شکلیں انتہائی معقول تھیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسین باوقار طریقے سے لڑائی کو روکنا چاہتے تھے مگر ابن زیاد ان کی بے عزتی کرنے پر اتر آیا اور اس پر اصرار کیا کہ حضرت حسین پہلے بیعت کریں اور ہتھیار اس کے حوالے کریں تب کوئی اور بات ہوگی۔ چناں چہ اس کی فوجوں نے حضرت حسین کے قافلے کو گھیرا، اس پر حملہ کیا اور واقعہ کربلا پیش آیا۔ (تاریخ الطبری، ۵/۴۶۷-۴۰۰)

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ مکہ و مدینہ کے تمام اکابر صحابہ نے حضرت حسین کو اس سفر سے منع فرمایا۔ اس لیے کہ وہ اس میں پنہاں خطرات کو جانتے تھے۔

تیسرا واقعہ حضرت عبد اللہ ابن زبیر کا ہے۔ انھوں نے اپنے وقت کے بادشاہ کے مقابلے میں جہاد کیا اور اپنی حکومت بھی قائم کر لی۔ ان کی حکومت کو غلط بھی نہیں کہا جا سکتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس واقعے کا صحیح پس منظر یہ ہے کہ ۶۴ھ میں جب یزید بن معاویہ کی موت ہوگئی تو سارے ملک میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ اور کوئی مرکزی اقتدار باقی نہیں رہا۔ اس موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عبداللہ ابن زبیر نے حجاز میں اپنی حکمرانی کا اعلان کر دیا۔ سب لوگوں نے ان کی حکمرانی تسلیم کر لی اور ان کا سکہ بھی جاری ہوگیا۔ انھوں نے کل نو برس تک حکومت کی۔ اس دوران اموی حکمراں عبدالملک نے شام وعراق میں اپنا اقتدار مستحکم کر لیا اور پھر عبداللہ بن زبیر کی حکومت کے خلاف فوج کشی کی، جس میں ابن زبیر کی فوج کو شکست ہوئی۔

(تاریخ الطبری، ۵/۶۲۲-۴۹۶)

اس اعتبار سے حضرت عبداللہ بن زبیر کی حکومت پر کوئی گرفت نہیں کی جاسکتی۔ کیوں کہ انھوں نے مسلمانوں کی تائید سے پرامن طریقے پر ایک آزاد حکومت قائم کی۔ اس کے بعد بھی انھوں نے کسی پر حملہ نہیں کیا بلکہ صرف اپنی حکومت کا دفاع کیا۔

چوتھا واقعہ خلیفہ منصور عباسی کے خلاف ابراہیم اور ان کے بھائی ''نفس زکیہ'' کی تحریک ہے، جس کی تائید امام اعظم ابوحنیفہؒ نے کی۔ انھوں نے از خود یہ فیصلہ کیا اور علم جہاد بلند کیا، جس کو ہم ناحق نہیں کہہ سکتے۔

یہ مسئلہ سلطان وقت کے خلاف خروج کا ہے۔ اور اس بارے میں علمائے اسلام کی آرا مختلف ہیں۔ محدثین کرام کا ایک بڑا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ صرف زبان سے ظالم بادشاہ کے خلاف آواز اٹھائی جائے اور اس کے سامنے کلمۂ حق کہا جائے لیکن خروج نہ کیا جائے اگرچہ وہ ناحق خوں ریزی کرے، لوگوں کے حقوق پر بے جا دست درازیاں کرے اور کھلم کھلا فسق کا مرتکب ہو۔ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ ظالم کی امامت نہ صرف یہ کہ باطل ہے بلکہ اس کے خلاف خروج بھی کیا جاسکتا ہے اور کیا جانا چاہیے بشرطے کہ اس کے کام یاب ہونے کے قوی امکانات ہوں۔ (احکام القرآن للجصاص، ۱/۸۱)

یہ چند واقعات ہیں، جن کی بنیاد پر دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ایک منظم حکومت کے بغیر جہاد کا علم بلند کرنا درست ہے۔ البتہ اس کا فیصلہ قارئین خود کریں گے کہ ان سے استدلال کہاں تک درست ہے؟ اس بارے میں بعض ان فقہاء کی آرا جان لینا مناسب ہوگا، جنھوں نے اس مسئلے کی تائید میں اپنی بات کہی ہے۔ ان میں سے علامہ ابن النحاس، ابوحفص بلقینی اور ابن قدامہ خاص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طور سے قابل ذکر ہیں۔ ابن النحاس کا موقف یہ ہے کہ خلیفہ یا اس کے نائب کے بغیر جہاد مکروہ ہے، البتہ حرام نہیں ہے۔ ابوحفص بلقینی کا موقف یہ ہے کہ اگر حاکم وقت نے جہاد چھوڑ رکھا ہو یا غالب گمان ہو کہ وہ اجازت نہیں دے گا تو ایسی صورت میں بغیر اجازت کے بھی جہاد کیا جا سکتا ہے۔ علامہ ابن قدامہ مقدسی کا موقف یہ ہے کہ اگر کسی جگہ دشمن سے لڑائی کی نوبت آ جائے اور امام یا خلیفہ میسر نہ ہو تو ایسی صورت میں جہاد کو موخر نہیں کیا جائے گا۔ (المغنی لابن قدامہ ۸/۳۵۳)

(۲) بین الاقوامی معاہدوں کی پابندی

اسلام کے نزدیک جہاد سے زیادہ ضروری چیز دوسری قوموں سے کیے گئے معاہدوں کی پابندی ہے۔ یہ لازم ہے کہ جس قوم سے جو معاہدہ ہوا ہو، لفظ و معنی کے پورے احترام کے ساتھ اس کی پابندی کی جائے۔ جو بھی دشمن صلح کے لیے ہاتھ بڑھانا چاہے، اس سے لازماً صلح کی جائے گی اور اس وہم کو دل میں جگہ نہیں دی جائے گی کہ اس طرح تو دشمن ہم سے دھوکہ کرنا چاہتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اگر کسی قوم سے مسلمانوں کا کوئی معاہدہ ہو اور وہ قوم اپنے یہاں کے مسلمانوں پر ظلم ڈھا رہی ہو تو اس قوم کے خلاف جنگ چھیڑنا درست نہیں ہوگا جب تک کہ معاہدے کو ختم کرنے کا اعلان نہ کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَ اِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (الانفال ۶۱:۶۲)

''اور اے نبیؐ! اگر دشمن صلح و سلامتی کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لیے آمادہ ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو، یقیناً وہی سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ اور اگر وہ دھوکے کی نیت رکھتے ہوں تو تمھارے لیے اللہ کافی ہے۔ وہی تو ہے، جس نے اپنی مدد سے مومنوں کے ذریعے سے تمھاری تائید کی۔''

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ۝ (الانفال: ۵۸، ۵۷)

''اور اگر تمھیں کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو اس کے معاہدے کو علانیہ اس کے آگے پھینک دو۔ یقیناً اللہ خائنوں کو پسند نہیں کرتا۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کے ذیل میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں: ''اس آیت کی رو سے ہمارے لیے یہ کسی طرح جائز نہیں ہے کہ اگر کسی شخص یا گروہ یا ملک سے ہمارا معاہدہ ہو اور ہمیں اس کے طرزِ عمل سے یہ شکایت لاحق ہو جائے کہ وہ عہد کی پابندی میں کوتاہی برت رہا ہے، یا یہ اندیشہ پیدا ہو جائے کہ وہ موقع پاتے ہی ہمارے ساتھ غداری کر بیٹھے گا تو ہم اپنی جگہ خود فیصلہ کر لیں کہ ہمارے اور اس کے درمیان معاہدہ نہیں رہا اور یکا یک اس کے ساتھ وہ طرزِ عمل اختیار کرنا شروع کر دیں، جو معاہدہ نہ ہونے کی صورت ہی میں کیا جا سکتا ہو۔ اس کے برعکس ہمیں اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ جب ایسی صورت پیش آئے تو ہم کوئی مخالفانہ کارروائی کرنے سے پہلے فریق ثانی کو صاف صاف بتا دیں کہ ہمارے اور تمھارے درمیان اب معاہدہ نہیں رہا، تاکہ فسخ معاہدہ کا جیسا علم ہم کو حاصل ہے، ویسا ہی اس کو بھی ہو جائے اور وہ اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ معاہدہ اب بھی باقی ہے۔

اس موقعے پر یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ اسلامی قانون صرف ایک صورت میں بلا اطلاع حملہ کرنے کو جائز رکھتا ہے؛ اور وہ صورت یہ ہے کہ فریق ثانی علی الاعلان معاہدہ کو توڑ چکا ہو اور اس نے صریح طور پر مسلمانوں کے خلاف معاندانہ کارروائی کی ہو۔ ایسی صورت میں یہ ضروری نہیں رہتا کہ ہم آیت مذکورہ بالا کے مطابق فسخ معاہدہ کا نوٹس دیں بلکہ ہمیں اس کے خلاف بلا اطلاع جنگی کارروائی کرنے کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ (تفہیم القرآن، جلد دوم، ص: ۵۴، ۱۵۳)

(۳) تبلیغ دین

جہاد کے تعلق سے تیسرا اہم اصول یہ ہے کہ کسی کے خلاف جہاد کا بگل بجانے سے پہلے اسلام کا پیغام پہنچانا ضروری ہے اور اس بارے میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ البتہ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اگر کسی سے متعدد بار جنگ کی نوبت آئے تو کیا ہر بار اس کو اسلام کا پیغام پہنچانا ضروری ہوگا؟ بعض فقہاء کے نزدیک ایسی صورت میں بھی ضروری ہوگا۔ بعض نے اس کو مستحب قرار دیا ہے۔ بعض کے نزدیک نہ واجب ہے، نہ مستحب! اس بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد موجود ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

> ''جب مشرک دشمن سے لڑائی کا موقع آئے تو انھیں تین باتوں کی دعوت دو؛ ان میں سے وہ جس بات کو مان لیں اسی کے مطابق ان کے ساتھ معاملہ کرو۔ پہلی بات یہ کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھیں اسلام کی دعوت دو۔ دوسری صورت میں انھیں جزیہ ادا کرنے پر آمادہ کرو، اگر اس سے بھی وہ انکار کر دیں تو ان کے خلاف جنگ کرو۔"

(بدایۃ المجتہد لابن رشد: ۱/۴۹-۴۴۸، کتاب الجہاد فی شرط الحرب)

اسلام کا یہ اصول کہ کسی کے خلاف جہاد کرنے سے پہلے اس کو اسلام کی دعوت دی جائے گی، اس کی پاکیزگی اور علو مقصد کو ظاہر کرتا ہے۔ کیوں کہ اسلام کی دعوت کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے لیے دعوت دینے والوں کو خود اسلام کا نمونہ پیش کرنا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ دشمن اگر اسلام قبول کرلے تو چاہے کیسی دشمنی ہو، یکلخت وہ ختم ہو جائے گی۔

اس اصول سے اسلام کی وسعت نظری بھی ظاہر ہوتی ہے کیوں کہ اس نے دشمن کے سامنے کئی ترجیحات رکھی ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ جو اسلام کو قبول نہیں کرتا اس کے لیے بھی تلوار ہی سے فیصلہ ہوگا بلکہ اس کے بیچ گنجائش بھی رکھی گئی ہے؛ اور یہ گنجائش اس وقت بہت بڑی معلوم پڑتی ہے جب ہر طرف اسلام کا غلبہ ہو رہا ہو۔

(۴) کامیابی کے امکانات

جہاد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ایک کامیاب جنگی حکمت عملی کے تمام اسباب و لوازم پورے ہوں اور اس بات کا پورا پورا امکان نظر آ رہا ہو کہ مسلمان جنگ میں فتح یاب ہوں گے۔ اس میں عددی طاقت، جنگی ساز و سامان، گرد و پیش کے حالات اور ایک کامیاب اقدام کے لیے تمام ممکنہ وسائل شامل ہیں۔ اور اگر فوج کسی ایسی صورت حال میں گھر جائے جہاں محض ان کی جانیں ضائع ہونے کا خطرہ ہو اور ایسی ہنگامی صورت حال سے فوج کو نکالنے کے امکانات بھی موجود ہوں جبھی جہاد کا اعلان درست ہوگا۔ دوسری صورت میں درست نہیں ہوگا۔ جہاد محض شوق و جذبے کا نام نہیں ہے اور نہ یہ خودکشی کی دعوت دیتا ہے بلکہ یہ ایک انتہائی سنجیدہ کارروائی ہے، جس میں تمام ممکنہ وسائل و ذرائع کا موجود ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ (الانفال: ۶۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور تم لوگ جہاں تک تمھارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لیے مہیا رکھو تا کہ اس کے ذریعے سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعدا کو خوف زدہ کر دو، جنھیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔ اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدل تمھاری طرف پلٹایا جائے گا اور تمھارے ساتھ ہرگز ظلم نہ ہوگا۔''

نبی کریم ﷺ کی زندگی میں حکمت عملی کی عمدہ مثالیں موجود ہیں۔ جیسا کہ معلوم ہے کہ مکی زندگی کے تیرہ برس میں تو جہاد کا سوال ہی نہیں تھا۔ وہاں تو محض صبر کا حکم دیا گیا۔ مدنی زندگی میں بھی جب تک مدینے کی ریاست اپنے پاؤں پر کھڑی نہیں ہوگئی حتی الامکان جنگ سے احتراز کیا گیا۔ جب جہاد کا اعلان ہوا تو تمام ساز و سامان اور وسائل کے ساتھ کوچ کرنے کا حکم دیا گیا۔ میدان جنگ کے انتخاب میں بھی فتح یابی کے امکانات کو پیش نظر رکھا گیا۔ بعض جنگوں میں آپؐ نے خندق کھود کر دشمن کو مات دینے کی حکمت عملی اپنائی۔ حتی کہ بعض مواقع پر حکمت عملی کے بہ طور دشمن سے یک طرفہ معاہدے کیے۔ غرض کہ جہاد کے معنی خواہ مخواہ دشمن سے چھیڑ چھاڑ کے نہیں ہیں بلکہ ایک کام یاب جنگی حکمت عملی اپنانے کے ہیں۔ جہاں کام یابی کے امکانات نہ ہوں، وہاں اقدام کرنا امت کو کم زور کرنا ہوگا، جس کی اجازت اسلام ہرگز نہیں دیتا۔

انفرادی دفاع اور جہاد

اوپر کی سطروں میں جہاد کے ان بنیادی اصولوں اور شرائط کو بیان کیا گیا، جن کے تحت مسلمان اجتماعیت اور پورے ساز و سامان کے ساتھ دشمن سے جنگ کرتے ہیں۔ اگر یہ اصول و شرائط موجود نہ ہوں تو جہاد کا انعقاد نہیں ہوگا چاہے مسلمان مظلوم ہی کیوں نہ ہوں؛ لیکن اس کے معنی یہ بھی نہیں ہیں کہ انھیں اپنے دفاع کا حق بھی نہ ہوگا۔ بلکہ شریعت میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کی جان مال اور عزت و آبرو پر حملہ کیا جاتا ہے تو اس کا دفاع کیا جائے گا۔ شریعت نے اس کی اجازت دی ہے بلکہ فقہاء نے بیان کیا ہے کہ اگر مسلمانوں کی عزت و آبرو پر حملہ ہو تو اس کا دفاع کرنا واجب ہے۔ شریعت میں واجب کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ترک کرنے والا گناہ گار اور قابل مواخذہ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس کا دفاع واجب ہے۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک یہ جائز ہے، واجب نہیں۔ مال کی طرف سے دفاع کو فقہاء نے جائز قرار دیا ہے؛ چاہے تو آدمی اس کا دفاع کرے، چاہے نہ کرے۔ دفاع کے معنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اگر ضرورت ہو تو حملہ کرنے والے کی جان بھی لی جا سکتی ہے۔ لیکن اس تعلق سے بعض شرائط ہیں:

پہلی شرط یہ ہے کہ دفاع کا حق آدمی کو اسی وقت حاصل ہوگا جب واقعی اس پر ظلم ہو رہا ہو۔ مثال کے طور پر اگر باپ بیٹے کو، اور شوہر اپنی بیوی کو ادب سکھانے کے لیے اور استاد بچوں کو تعلیم دینے کے لیے تادیب اور سرزنش کرے تو یہ ظلم نہیں سمجھا جائے گا۔ یا اسی طرح کسی پر حد شرعی نافذ کی جا رہی ہو یا اس سے قصاص لیا جا رہا ہو تو ایسی صورت میں اس کا شمار ظلم میں نہیں ہوگا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ حملہ زمانۂ حال میں کیا جا رہا ہو۔ محض حملے کا خطرہ یا دھمکی کی بنیاد پر دفاع مشروع نہ ہوگا۔ البتہ وہ ممکنہ خطرے اور دھمکی کا مناسب دفاع کر سکتا ہے۔

دفاع کے لیے تیسری شرط یہ ہے کہ حملہ آور کی جان اسی وقت لی جائے گی جب کسی اور طریقہ سے اس کا دفاع ممکن نہ ہو، لیکن اگر کسی دوسرے طریقے سے حملہ آور کو حملے سے روکا جا سکتا ہو تو پہلے اسے اختیار کیا جائے گا۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ دفاع کے وقت حسب ضرورت طاقت استعمال کی جائے گی۔ مثال کے طور پر کوئی آدمی گھر میں گھس آئے اور وہ ڈانٹ پھٹکار ہی سے واپس چلا جائے تو اس کا قتل کرنا جائز نہ ہوگا لیکن اگر حملہ آور کا قتل کیے بغیر دفاع ممکن نہ ہو تو شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔

یہ بحث انفرادی دفاع سے متعلق ہے؛ جہاد سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ انفرادی دفاع کا حق ہر آدمی کو ہر جگہ اور ہر وقت حاصل ہے۔ اس کے لیے جہاد کی شرائط مطلوب نہیں ہیں۔ (التشریع الجنائی الاسلامی، عبدالقادر عودہ، ج ۱، ص: ۴۸۹-۴۷۳، بحث الدفاع الشرعی الخاص)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب: پنجم

انسانیت کی حقیقی خیرخواہی اور مسلمان

موجودہ دور میں پوری دنیا میں انسانی آبادی مختلف ومتنوع سنگین مصائب ومشکلات میں گھری ہوئی ہے، انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی سطح تک پوری انسانیت مختلف آفات اور بلاؤں کی چکی میں پس رہی ہے۔ غربت، امراض، خانہ جنگی، خودکشی، جرائم، آسمانی بلائیں اور عالمی خطرات نے لوگوں کی زندگی کا حاشیہ تنگ کر دیا ہے، پوری دنیا میں ہر روز تقریباً ایک ارب (سو کروڑ) انسان (مرد وعورتیں) بھوکے پیٹ رات گزارتے ہیں۔ پچاسیوں کروڑ انسان مختلف بیماریوں مثلاً ایڈس اور کینسر وغیرہ کی وجہ سے سسک رہے ہیں، کروڑوں انسان خانہ جنگیوں کے شکار اور اس سے متاثر ہیں، کروڑوں انسان اپنے گھر بار سے دور پناہ گزیں کی زندگی گزار رہے ہیں، لاکھوں لوگ ہر سال دنیا میں خودکشی کر رہے ہیں، کروڑوں کی تعداد میں لوگ مختلف جرائم کے شکار ہو رہے ہیں، دنیا میں فضائی آلودگی میں روز بہ روز اضافہ کی وجہ سے انسان کے لیے خطرات پیدا ہو گئے ہیں، اوزون پرت میں سوراخ ہو جانے کی وجہ سے کرہ ارضی میں زندگی خطرے سے دوچار ہے۔ ایسی تمام صورتوں میں مسلمانوں پر لازم تھا کہ وہ ان مشکلات ومسائل کے حل کی سنجیدہ کوششوں میں حصہ لیتے اور خلق اور انسانیت کی خدمت کرتے مگر اس کے بہ جائے وہ جہاد، تشدد اور دہشت گردی کو فروغ دے رہے ہیں اور محض اپنے مذہب اور عقیدہ کے خول میں بند ہو کر اس کی نشر واشاعت کر رہے ہیں۔

انسانیت کا حقیقی مسئلہ کیا ہے؟

بلاشبہ ان مسائل ومشکلات نے انسانیت کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے، جن سے وہ سسک اور کراہ رہی ہے اور بلاشبہ ان مشکلات ومصائب کو دور کرنے کی کوشش کرنا عظیم انسانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدمت ہے۔ مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسانیت کا حقیقی مسئلہ کیا ہے اور وہ کون سا بڑا خطرہ ہے، جو عنقریب انسانیت کو پیش آنے والا ہے اور جو ان تمام مسائل و مشکلات سے زیادہ سنگین اور دردناک ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انسانیت کے لیے سب سے بڑا خطرہ جہنم کی آگ ہے اور اس کا سب سے بڑا مسئلہ اس سے بچنا ہے۔ مسلمان اسی خطرے سے خود کو اور دوسروں کو بچانے اور اس سے آگاہ کرنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ اسی لیے مسلمان حقیقت میں انسانیت کے حقیقی خیر خواہ ہیں۔ آیئے اب ذیل میں اسی اجمال کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

موت ایک ناقابل انکار حقیقت

اس بات کے لیے عقل و نقل سے کسی دلیل کی ضرورت نہیں کہ ہر شخص (جان دار) کو ایک دن مرنا ہے چاہے وہ صاحب حیثیت ہو یا بے حیثیت، غریب ہو یا امیر، صحت مند ہو یا بیمار۔ موت ایک ایسی حقیقت ہے، جس کا سامنا ہر شخص کو بہ ہر حال کرنا ہے اور اس بات کو وہ بھی تسلیم کرتا ہے۔ جس کا کسی مذہب و عقیدہ پر ایمان نہیں ہے، لیکن خطرے کی بات یہ نہیں ہے کہ انسان ایک دن مر جائے گا اگر صرف اتنی ہی بات ہوتی تو یہ خطرے کی نہیں بلکہ خوشی کی بات ہوتی کہ چلو مر کر آدمی دنیا کے مسائل و مشکلات سے چھٹکارا پا گیا۔ دراصل خطرے کی بات یہ ہے کہ انسان اپنی موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اس کے اعمال کا حساب و کتاب ہوگا۔ اگر اس کا عمل مطلوبہ معیار کے مطابق نہ ہوگا تو اسے دہکتی آگ میں ڈالا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ جلتا رہے گا۔ یہی وہ خطرہ ہے، جس سے ڈرانے کے لیے سیکڑوں ہزاروں انبیاء و رسول مبعوث کیے گئے اور اسی خطرے سے ہوشیار کرنے کی ذمہ داری مسلمانوں پر عائد کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ (آل عمران: ۱۸۵)

''آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے اور تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو۔ کام یاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتش دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے۔ رہی یہ دنیا تو یہ محض ایک ظاہر فریب چیز ہے۔''

ہمارے نبی آخر الزماں ﷺ جب مبعوث کیے گئے تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی قوم کو جس چیز سے ڈرایا وہ یہی جہنم کی آگ ہے۔ایک روایت میں ہے:

عن ابی هريرةؓ قال لما نزلت هذه الآية "و انذر عشيرتک الاقربين" دعا رسول اللّٰهؐ قريشا فعم و خص فقال يا معشر قريش: انقذوا انفسكم من النار، يا معشر بنی كعب انقذوا انفسكم من النار. يا معشر بنی هاشم انقذوا انفسكم من النار يا معشر بنی عبد المطلب انقذوا انفسكم من النار يا فاطمة بنت محمد انقذی نفسک من النار فانی واللّٰه لا املک لكم من اللّٰه شيئا الا ان لكم رحما سابلها ببلالها. (تفسير ابن كثير بذيل آيت و انذر عشيرتک الاقربين به حواله مسلم، ترمذی، احمد نسائی)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری ''اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیے'' تو رسول اللہؐ نے قریش کو بلایا اور عام وخاص کر کے مخاطب کیا۔ اور فرمایا کہ اے قریش والوں اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ، اے بنی کعب کی جماعت، اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے ہاشم کی اولاد اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے عبدالمطلب کی اولاد اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے محمدؐ کی بیٹی فاطمہ اپنے آپ کو آگ سے بچا۔ کیوں کہ قسم خدا کی میں اس بارے میں تمھاری کوئی مدد نہیں کرسکتا۔ تم لوگوں سے بھی رشتے کی قربت ہے۔ جس کو دنیا میں ملاسکتا ہوں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب مذکورہ آیت اتری تو آپ ﷺ صفا پہاڑ پر چڑھ گئے اور لوگوں کو پکارا، جس پر کچھ لوگ حاضر ہوئے اور کچھ لوگوں نے خبر لینے کے لیے دوسروں کو بھیج دیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اے بنی عبدلمطلب! اے بنی فہر! اے بنی لوی! اگر میں تمھیں اس پہاڑی کے پیچھے ایک فوج ہونے کی خبر دوں، جو تمھاری سرکوبی کردے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ لوگوں نے یک زبان ہوکر کہا ''ہاں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا ''بس میں تمھیں ایک عذاب شدید سے ڈرا رہا ہوں۔'' (تفسیر ابن کثیر بذیل آیت مذکورہ)

ایک دوسری حدیث میں آں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"عن ابی هريرة انه سمع رسول اللّٰه يتولى انما مثلى و مثل الناس كمثل رجل استوقد نارا فلما اضاء ت ما حوله جعل الفراش و هذه الدواب التى تقع فى النار يقعن فيها و جعل ينزعهن و يغلبنه فيقتحمن فيها فانا اخذ بحجركم عن النار و هم تقتحمون فيها.

(بخاری کتاب الرقاق باب انهاء عن المعاصی)

"میری اور لوگوں کی مثال اس آدمی کی طرح ہے، جس نے آگ جلائی جب وہ روشن ہوگئی تو پتنگے اور مختلف کیڑے مکوڑے اس میں گرنا شروع ہو گئے اور وہ آدمی ان کو اس سے بچانے کی کوشش کرنے لگا مگر وہ اس پر غالب آ گئے اور اس آگ میں گر کر رہے۔ ایسے ہی میں تمھاری کمر پکڑ کر تمھیں جہنم کی آگ سے بچا رہا ہوں اور تم لوگ اس میں گرتے چلے جا رہے ہو۔"

جہنم کی آگ کیا ہے؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس جہنم کی آگ سے ڈرایا جا رہا ہے وہ کیا ہے اور کہاں ہے اور کون اس میں داخل ہوگا؟ آیئے ذیل میں اس سلسلے میں چند آیات و احادیث ملاحظہ فرمائیں، جن سے ان سوالات کا نہ صرف بہ خوبی جواب مل جائے گا بلکہ جہنم کی خطرناکی بھی ہمارے سامنے واضح ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۫ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۭ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۝ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ۝ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۠ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ (الحج:۱۹-۲۲)

"یہ دو فریق ہیں، جن کے درمیان اپنے رب کے معاملے میں جھگڑا ہے، ان میں سے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ان کے لیے آگ کے لباس کاٹے جا چکے ہیں، ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا، جس سے ان کی کھالیں ہی نہیں بلکہ پیٹ کے اندر کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصے تک گل جائیں گے اور ان کی خبر لینے کے لیے لوہے کے گرز ہوں گے جب کبھی وہ گھبرا کر جہنم سے نکلنے کی کوشش کریں گے پھر اسی میں دھکیل دیے جائیں گے کہ چکھو اب جلنے کی سزا کا مزا۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًا ؕ کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ۝ (النساء:۵۶)

''جن لوگوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کر دیا ہے انھیں بالیقین ہم آگ میں جھونکیں گے اور جب ان کے بدن کی کھال گل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے تاکہ وہ خوب عذاب کا مزا چکھیں۔ اللہ بڑی قدرت والا اور حکمت والا ہے۔''

جہنم کے بارے میں قرآن میں بہت سی آیتیں وارد ہیں یہاں بہ طور یاد دہانی کے چند آیتیں ہی ذکر کی گئیں ہیں۔ اس سلسلے میں چند احادیث بھی ملاحظہ فرمائیے:

اوقدت النار الف سنة فابیضت ثم اوقدت الف سنة فاحمرت ثم اوقدت الف سنة فاسودت فهی سودا کالليل المظلم. (ابن ماجه كتاب الذهب باب صفة النار)

''جہنم کی آگ ایک ہزار سال تک دہکائی گئی تو وہ سفید ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک دہکائی گئی تو وہ سرخ ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک دہکائی گئی تو وہ سیاہ پڑ گئی اب ایسی ہی سیاہ رات کی طرح ہے۔''

ایک دوسری حدیث میں جہنم کی لمبائی چوڑائی اس طرح بتائی گئی ہے:

قال رسول اللّٰہ ان للنار سبعة ابواب ما منهن بابان الا یسیر الراکب بینها سبعین عام. (مسند احمد: ۱۴/۴)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہنم کے سات دروازے ہیں اور دو دروازوں کے درمیان ستر سال کی مسافت کی دوری ہے۔''

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال رسول اللّٰہ ان الحجر یلقی من شفیر جھنم فیھوی فیھا سبعین عام یدرک لھا قعرا. واللّٰہ لتملونہ.

(مسند احمد: ۴/۱۷۴)

''اگر ایک پتھر جہنم کے گڈھے میں ڈالا جائے تو اس کی گہرائی تک پہنچنے میں ستر سال لگیں گے اور قسم خدا کی تم اس کو ضرور بالضرور بھر کر رہو گے (یعنی اسے انسانوں اور جنوں سے بھرا جائے گا)''

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

اگر جہنم کے زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں گرا دیا جائے تو دنیا میں کھانے کی تمام چیزیں خراب ہو جائیں پھر اس کا کیا حال ہوگا جسے زقوم کھانا ہوگا۔''

جہنم میں کون جائے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہر کوئی جہنم میں جائے گا جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:

وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝

(مریم:۷۱)

''تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو جہنم پر وارد نہ ہو یہ تو طے شدہ بات ہے، جسے پورا کرنا تیرے رب کا ذمہ ہے۔''

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے:

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝ (التکاثر:۶،۷)

''تم دوزخ کو ضرور بالضرور دیکھ کر رہو گے پھر سن لو کہ تم بالکل یقین کے ساتھ اسے دیکھ لو گے۔''

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ (ھود:۱۱۹)

''اور تمھارے رب کی بات پوری ہوگئی کہ میں ضرور جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھر کر رہوں گا۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے عمل کی بنیاد پر جہنم کی آگ سے نجات نہیں پائے گا الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو نجات دے دے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

لن ینجی احدا منکم عمله قالوا ولا انت یا رسول اللّٰہ قال ولا انا الا ان یتغمدنی اللّٰه برحمة.

(بخاری کتاب الرقاق باب القصد والمداومة علی العمل)

''تم میں سے کسی کو اس کا عمل (جہنم) سے نجات نہ دے گا۔ لوگوں نے پوچھا: کیا آپ ﷺ کے ساتھ بھی وہی معاملہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں مجھے بھی میرے اعمال نجات نہ دلا سکیں گے الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت مجھ کو ڈھانپ لے۔''

جہنم کہاں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جہنم آدمی کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

قال النبیؐ الجنة اقرب الی احدکم من شراک نعله والنار مثل ذلک. (بخاری کتاب الرقاق باب الجنة اقرب الی احدکم)

''جنت تمھاری جوتی کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے، اسی طرح جہنم بھی۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جہنم کافروں کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے:

یَسْتَعْجِلُوْنَکَ بِالْعَذَابِ ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِیْطَةٌ ۢ بِالْکٰفِرِیْنَ ۙ۝

(عنکبوت:۵۴)

''یہ تم سے عذاب کی جلدی مچاتے ہیں حالاں کہ جہنم ان کافروں کو گھیرے میں لے چکی ہے۔''

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ جہنم کی آگ کا معاملہ قیامت واقع ہونے کے بعد پیش آئے گا اور چوں کہ فوری طور پر قیامت واقع نہیں ہو رہی ہے لہٰذا اس سے خوف کھانے یا ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حالاں کہ یہ ایک بھیانک غلطی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آدمی کے مرنے کے بعد ہی سے عذاب و ثواب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے: ''قبر آخرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے منازل میں سے پہلی منزل ہے اگر کوئی اس میں نجات پا جائے تو اس کے بعد کی منزلیں اس کے لیے آسان ہو جائیں گی لیکن اگر کوئی اس میں نجات نہ پا سکے تو اس کے بعد کی منزل میں اسے سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا (مسند احمد: ۱/۶۳)، قبر میں صبح و شام آدمی کے جنت یا جہنم کے ٹھکانے کو پیش کیا جاتا ہے جسے دیکھ کر وہ خوش ہوتا ہے یا تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔"

(مسند احمد: ۲/۵۹)

ایک طویل حدیث میں مومن و کافر کی موت اور قبر میں ان کے احوال کو پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اختصار کی غرض سے یہاں صرف کافر کی موت اور قبر میں اس کے انجام کو بیان کیا جاتا ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے: "بے شک جب کافر بندہ کے دنیا سے رخصت ہونے اور آخرت کی طرف جانے کا وقت آتا ہے تو آسمان سے ایسے فرشتے اترتے ہیں، جن کے چہرے کالے ہوتے ہیں، ان کے پاس چیتھڑے ہوتے ہیں پھر وہ اس آدمی کے پاس حد نگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں، پھر موت کا فرشتہ آتا ہے یہاں تک کہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: اے خبیث روح نکل۔ چل اللہ کی ناراضگی اور غصہ کی طرف۔ پھر وہ روح اس کے جسم میں پھڑ پھڑانے لگتی ہے پس وہ اس کو ایسے ہی نکال لیتا ہے جیسا کہ بھیگے ہوئے اون سے لوہے کی سیخ نکالی جاتی ہے پلک نہیں جھپکتی کہ دوسرے فرشتے موت کے فرشتہ سے اس کی روح لے کر اس کو اس چیتھڑے میں لپیٹ دیتے ہیں اور اس سے ایسی بدبو آتی ہے جیسے سڑی ہوئی مردہ لاش سے زمین پر پھوٹتی ہے۔ وہ فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت پر سے بھی گزرتے ہیں وہ دریافت کرتے ہیں: یہ کون خبیث روح ہے؟ وہ اس کا برے سے برا نام لے کر کہتے ہیں جیسے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا: فلاں کا بیٹا فلاں حتی کہ وہ اسے لے کر پہلے آسمان پر پہنچتے ہیں اور وہ دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں مگر اس کے لیے دروازہ نہیں کھولا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے جب تک موٹی رسی سوئی کے ناکے میں نہ داخل ہو جائے اور یہ محال ہے۔ لہٰذا اس کا جنت میں جانا بھی محال ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کو کتاب سجین میں لکھ دو جو سب سے نچلی زمین میں ہے چناں چہ اس کی روح وہیں سے پھینک دی جاتی ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر پرندوں نے اس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بوٹیاں نوچ لیں یا اس کو ہوا نے دور دراز جگہ میں لے جا کر پھینک دیا۔'' پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے قبر میں بیٹھا کر پوچھتے ہیں ''تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: ہائے ہائے مجھے پتہ نہیں۔ پھر اس سے دریافت کرتے ہیں'' یہ شخص کون ہے جو تمھارے پاس بھیجے گئے؟'' وہ کہتا ہے: ہائے ہائے مجھے پتہ نہیں۔ جب سوال و جواب ختم ہو جاتے ہیں تو آسمان سے ایک ندا آتی ہے کہ اس نے جھوٹ کہا۔ اس کے نیچے آگ بچھا دو اور اس کے لیے دروازہ کھول دو چناں چہ دوزخ کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ جس کی تپش اور سخت گرم لو آتی رہتی ہے اور قبر اس پر تنگ کر دی جاتی ہے حتی کہ اس کی پسلیاں بھنچ کر آپس میں ادھر کی ادھر ہو جاتی ہیں اور اس کے پاس ایک شخص آتا ہے جو بدصورت اور برے کپڑے میں ملبوس ہوتا ہے، اس کے جسم سے بدبو آتی ہے وہ شخص اس سے کہتا ہے کہ مصیبت کی خبر سن لے یہ وہ دن ہے، جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ وہ کہتا ہے تو کون ہے؟ واقعی تیری صورت اسی لائق ہے کہ تو بری خبر سنائے۔ وہ کہتا ہے: میں تیرا برا عمل ہوں۔ یہ سن کر وہ کہتا ہے اے رب! قیامت قائم نہ کرنا۔ (مسند احمد: ۴/۸۸-۲۸۷)

عذاب قبر کے تعلق سے اور بھی حدیثیں وارد ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد ہی عذاب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔ قیامت برپا ہوگی تو کافر آدمی ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ہمیشہ وہ وہاں پڑا رہے گا جہاں نہ موت آئے گی اور نہ عذاب سے چھٹکارا ملنے کی کوئی صورت پیدا ہوگی۔

ان تمام آیات و احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ جہنم کی آگ ایک عالم گیر اور ساری انسانیت پر حاوی مسئلہ ہے اور ہر ایک کو اس کے بارے میں فکر کرنی ہے، ہر ایک کو اس سے بچنے کی تیاری کرنی ہے اور ہر ایک کو اس خطرہ سے آگاہ رہنا ہے اور اپنے متعلقین کو آگاہ کرنا ہے۔ قرآن و احادیث میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ جہنم کی آگ سے بچنے کی فکر کرو اور اپنے اہل و عیال کو اس سے بچاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ○ (التحریم: ۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''لوگو جو ایمان لائے ہو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، جن پر نہایت تند خو اور سخت گیر فرشتے مقرر ہوں گے، جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انھیں دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔

حضرت عدی بن حاتم سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے جہنم کا ذکر فرمایا تو آپ ﷺ نے کراہت سے اپنا چہرہ پھیر لیا اور اس سے (اللہ کی) پناہ مانگی پھر آپ ﷺ نے جہنم کا ذکر فرمایا اور دوبارہ آپ ﷺ نے کراہت سے چہرہ پھیر لیا اور اس سے پناہ مانگی۔''

ثم قال رسول اللّٰہ اتقوا النار ولو بشق تمرة ضمن لم یجد فبکلمة طیبة. (بخاری کتاب الرقاق باب صفة الجنة والنار)

''پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہنم کی آگ سے بچو چاہے کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے سے بچ سکو اگر وہ بھی نہ ہو تو ایک بھلی بات بول کر اس سے بچو۔''

(بخاری: کتاب الرقاق باب صفة الجنة والنار)

نبیوں کی بعثت کا مقصد

آخری نبی حضرت محمد ﷺ سمیت جتنے انبیاء ورسل اس دنیا میں مبعوث کیے گئے سب کا واحد مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی اپنی قوموں کو جہنم کے عذاب سے ڈرائیں اور اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دیں۔ اس لیے قرآن میں انبیاء کرام کو نذیر (ڈرانے والا) اور بشیر (خوش خبری دینے والا) کے القاب سے یاد کیا گیا ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کو اس حیثیت سے فوقیت حاصل ہے کہ آپ ﷺ قیامت تک کے لیے ساری انسانیت کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر مبعوث کیے گئے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ۭ وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ ۝ (فاطر: ۲۳، ۲۴)

''نہیں ہو تم مگر یک ڈرانے والے ہم نے تم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر اور کوئی امت ایسی نہیں گزری، جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔''

ایک دوسری آیت میں آپ کی رسالت ونبوت کو ساری انسانیت کے لیے عام ہونے کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعلان اس طرح کیا گیا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ○ (سبا:۲۸)

''اور نبیؐ ہم نے تم کو تمام انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ مگر اکثر لوگ جانتے نہیں۔''

مسلمانوں کا فرض منصبی

انسانوں اور قوموں کو ڈرانے کی جو ذمہ داری پہلے نبیوں پر ہوتی تھی، آخری نبی ﷺ کے بعد یہ ذمے داری مسلمانوں پر عائد ہوگئی ہے اور ان کا کام یہی ہے کہ وہ لوگوں کو جہنم کے عذاب سے ڈرائیں، معروف کا حکم دیں اور منکر سے روکیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران:۱۱۰)

''تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کی ہدایت کے لیے نکالا گیا ہے تم معروف کا حکم دیتے اور منکر سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

مسلمانوں کے لیے امر بالمعروف اور نہی المنکر بالفاظ دیگر جہنم کی آگ سے ڈرانا اور جنت کی خوش خبری دینا کوئی اختیاری کام نہیں ہے کہ اگر وہ چاہیں تو انجام دیں اور نہ چاہیں تو انجام نہ دیں بلکہ یہ ان پر فرض ہے اور ہر حال میں انجام دینا ہے اور اگر وہ اس میں کوتاہی کریں گے تو خود عذاب سے دوچار ہوں گے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

قال النبیؐ والذی نفسی بیده لتامرن بالمعروف و تنهون عن المنکر او لیوشکن ان یبعث علیکم عذابا منه فتدعون فلا یستجیب لکم.

(ترمذی ابو اب الفتن، باب ماجاء فی الامر المعروف والنهی عن المنکر)

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور معروف کا حکم دو اور ضرور منکر سے روکو ورنہ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے اوپر عذاب بھیج دے۔ پھر تم دعائیں بھی کرو گے تو قبول نہ ہوں گی۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا میں بہت سی قومیں ہیں، جو اپنی پسند اور مرضی کے مطابق انسانیت کی خدمت کر رہی ہیں، کوئی دنیا سے غربت کے خاتمے کے لیے کوشاں ہے تو کوئی امراض زدہ افراد کی تکلیف کو بانٹ رہا ہے۔ کوئی دنیا میں تعلیم کے چراغ روشن کرنے کو اپنا مقصد زندگی سمجھتا ہے تو کوئی بے گھر افراد کو گھر فراہم کرنے کو اپنا مشن بتاتا ہے، کوئی تباہ کن ہتھیاروں کے خلاف مہم چلا رہا ہے تو کوئی فضائی آلودگی کے خلاف سرگرداں ہے۔ غرض کہ خدمت خلق کے بہت سے پہلو ہیں اور دنیا میں بہت سے لوگ اس کو مختلف طرح سے انجام دے رہے ہیں مگر مسلمانوں کے ذمہ جو کام ہے وہ سب سے مشکل مگر سب سے اہم ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک آدمی کو ہدایت کا سامان فراہم کر دینا دنیا کے بہت سارے مال و دولت سے بڑھ کر ہے، ارشاد ہے:

فو الله لان يهدى الله بک اجلا واحدا خير لک من ان يكون لک حمد النعم. (مسند احمد: ۳۳۳/۵)

''قسم خدا کی اگر اللہ تمھارے ذریعے سے کسی ایک آدمی کو ہدایت دے دے تو یہ تمھارے لیے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہوگا۔''

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے:

الدال على الخير كفاعله والله يحب اغاثة اللهفان.

(مسند احمد)

''بھلائی کی طرف رہ نمائی کرنے والا اس کے انجام دینے والے کی طرح ہے اور اللہ شکستہ حال لوگوں کی مدد کو پسند کرتا ہے۔''

ایک حدیث میں قرآن کی تعلیم و تبلیغ کی اہمیت اس طرح بیان کی گئی ہے:

خيركم من تعلم القرآن و علمه. (بخاری)

''تم میں بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور اس کو سکھائے۔''

اسلام میں دین کی تبلیغ کی اہمیت اتنی زیادہ بڑھی ہوئی ہے کہ اگر کسی کو ایک آیت یا ایک حدیث ہی کیوں نہ معلوم ہو اسے دوسروں تک پہنچا دینے کی تاکید آئی ہے کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ اسی ایک آیت یا حدیث سے مخاطب کی اصلاح ہو جائے اور وہ جہنم کی آگ سے بچ جائے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلغوا عني و لو آية. (بخاری کتاب العلم)

''مجھ سے چاہے تم تک ایک ہی آیت پہنچی ہو اسے دوسروں تک پہنچا دو۔''

آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر تمام لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

فليبلغ الشاهد الغائب. (بخاری کتاب العلم)

''چاہیے کہ موجود غائب کو یہ باتیں پہنچا دے۔''

خود نبی کریم ﷺ کو تاکید کی گئی تھی کہ آپ اپنی رسالت کو پوری طرح لوگوں تک پہنچا دیں اور اس بارے میں کسی کوتاہی سے کام نہ لیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ (المائدہ:۶۷)

''اے پیغمبر ﷺ جو کچھ تمھارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کو لوگوں تک پہنچا دو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔''

ان لوگوں کے بارے میں قرآن میں سخت وعید آئی ہے، جو اللہ کی آیتوں کو لوگوں سے چھپاتے ہیں اور انھیں بیان نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۙ (البقرہ:۱۵۹)

''جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن تعلیمات اور ہدایات کو چھپاتے ہیں دراں حالے کہ ہم انھیں سب انسانوں کی رہ نمائی کے لیے اپنی کتاب میں بیان کر چکے ہیں یقین جانو اللہ بھی ان پر لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔''

ان تفصیلات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مسلمان اپنے دین پر جمے ہوئے ہیں اور نامساعد حالات میں اس کی تبلیغ کر رہے ہیں، لوگوں کو توحید اور آخرت کے احوال سے روشناس کرا رہے ہیں، اسلامی احکام پر عمل کرنے کی تلقین کرتے ہیں اور دین کی راہ میں رکاوٹ بننے والے کے خلاف جہاد کرتے ہیں تو اس میں کتنی بڑی حکمت چھپی ہوئی ہے اور مسلمانوں کے اس عمل میں انسانیت کے لیے کتنی عظیم خیر خواہی کا جذبہ پوشیدہ ہے۔ کیا دنیا میں کوئی قوم، کوئی نظام اور کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دستور موجود ہے، جو انسانیت کو اس عظیم خطرے سے بچانے کی کوئی صورت پیدا کردے، بلاشبہ غریب کی غربت دور کرنا بھی اس کی خدمت ہے لیکن اس کو جہنم کی آگ سے بچانے کا سامان کردینے سے بڑھ کر کوئی خدمت ہوسکتی ہے۔ اسی طرح مریض کے لیے دوا فراہم کردینا انسانیت کے ساتھ ہمدردی کی اچھی مثال ہے مگر مرنے کے بعد اسے بھیانک آگ سے بچالینا اس کی سب سے بڑی خیرخواہی ہوگی۔ آج انسانیت مختلف مسائل ومصائب کی چکی میں پس رہی ہے اور چاروں طرف سے چیخ وپکار کی آواز اٹھ رہی ہے مگر اس چیخ وپکار کا کیا ہوگا، جس کی آواز کو کوئی سننے والا نہ ہوگا۔ مسلمانوں پر الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ انسانیت کے خیرخواہ نہیں ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ مسلمان ہی انسانیت کے حقیقی خیرخواہ ہیں۔ اس کا اندازہ مرنے کے بعد بہ خوبی ہوجائے گا۔

خدمت خلق اور مسلمان

جہاں تک خدمت خلق کا سوال ہے تو شریعت نے اس کی بھی تاکید کی ہے اور ایک پکا اور سچا مسلمان اس چیز سے اپنے آپ کو الگ نہیں کرسکتا ہے۔ دین اسلام میں غریبی دور کرنے کی تدابیر بھی بیان کی گئی ہیں اور غریبوں کے ساتھ ہمدردی کا بھی حکم دیا گیا ہے، مریض کے لیے علاج و معالجے کی صورت بھی بیان کی گئی ہے اور تیمارداری کا بھی حکم بیان ہوا ہے اور ننگے اور بھوکے کو کپڑا پہنانے اور کھانا کھلانے کی بھی تاکید کی گئی ہے اور نہ صرف ان باتوں کا حکم دیا گیا ہے بلکہ ان کو ایمان کی علامت قرار دیا گیا ہے اور ان کو آخرت میں عذاب سے چھٹکارے کا ذریعہ بھی بتایا گیا ہے اور کوئی مسلمان جان بوجھ کر اور حیثیت کے باوجود ان کی ادائی میں کوتاہی کرے تو عنداللہ وہ ماخوذ ہوگا اور اس سے جواب طلب کیا جائے گا، جیسا کہ ایک حدیث میں اس کی پوری صراحت کردی گئی ہے:

عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ ان الله عزوجل يقول يوم القيامة يا ابن آدم مرضت فلم تعدنی قال يا رب كيف اعودک و انت رب العالمين قال اما علمت ان عبدنی فلان مرض فلم تعده اما علمت انک لو عدته لوجدتنی عنده يا ابن آدم استطعتمک فلم تطعمنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاوکیف اطعمک و انت رب العالمین قال اما علمت انه استطعتک و عبدی فلان فلم تطعمه اما علمت انک لو اطعمته لوجدت ذلک عندی. یا ابن آدم استسقیتک فلم تسقنی قال یا رب کیف اسقیک و انت رب العالمین قال استسقاک عبدی فلان فلم تسقه انک لو سقیته وجدت ذلک عندی.

(مسلم کتاب البر والصلة مسند احمد:۲/۴۰۴)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں سے پوچھے گا کہ اے ابن آدم! میں بیمار پڑا مگر تو نے میری عیادت نہیں کی، تو وہ کہے گا کہ اے رب تو کیسے بیمار ہوسکتا ہے تو خود رب العالمین ہے۔ اللہ فرمائے گا کیا تو نہیں جانتا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے وہاں پاتا۔ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے ہمیں کھانا نہ دیا۔ وہ کہے گا اللہ تجھ کو کھانا کی کیا ضرورت تھی تو، تو خود رب العالمین ہے۔ اللہ کہے گا کہ کیا تو نے نہیں جانا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے اس کو نہیں کھلایا کیا، تو نے نہیں جانا کہ اگر اس کو تو کھلاتا تو اس کو میرے پاس پاتا۔ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ وہ کہے گا کہ اے رب تجھ کو کیسے پلاتا تو تو خود رب العالمین ہے۔ اللہ کہے گا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر تو نے اس کو نہیں پلایا اگر تو اس کو پلاتا تو اس کو میرے پاس پاتا۔''

مریض کی عیادت کرنا، بھوکے کو کھانا کھلانا اور پیاسے کو پانی پلانا خلق کی عظیم خدمت ہے۔ لیکن خدمت خلق سے متعلق اسلامی تعلیمات یہیں تک محدود نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے بہت سارے مادی اور معنوی پہلو اور بھی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ایک ہمہ گیر مذہب ہے، جس میں ہر پہلو سے انسانیت کی خیر خواہی پیش نظر رکھی گئی ہے۔ اختصار کی غرض سے یہاں صرف چند منتخب احادیث نقل کی جارہی ہیں۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

تبسمک فی وجه اخیک لک صدقة وامرک بالمعروف و نهیک عن المنکر لک صدقة و ارشادک الرجل فی ارض الضلال لک صدقة و اماطتک الحجر والشوک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والعظم عن الطريق لک صدقة وافراغک من دلوک فی دلو اخیک لک صدقة. (بخاری کتاب الادب)

''تمھارا اپنے بھائی کے لیے مسکرانا تمھارے لیے صدقہ ہے، تمھارا معروف کا حکم دینا اور منکر سے روکنا تمھارے لیے صدقہ ہے، تمھارا کسی بھٹکے ہوئے آدمی کو صحیح راستہ بتا دینا تمھارے لیے صدقہ ہے، تمھارا راستے سے پتھر کانٹا اور ہڈی (جیسی تکلیف دہ چیزوں) کو ہٹا دینا تمھارے لیے صدقہ ہے تمھارا اپنے بھائی کا ڈول دینا بھی صدقہ ہے۔''

ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

افضل الصدقه ان يتعلم المرء المسلم علما ثم يعلمه اخاه المسلم. (فیض القدیر شرح جامع الصغیر للمناوی،۱۲۶۲)

''بہترین صدقہ یہ ہے کہ آدمی علم سیکھے پھر اس کو اپنے مسلمان بھائی کو سکھائے۔''

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

اذا استشار احدکم اخاه فليشر عليه. (ایضاً:۴۲۵)

''جب تم سے کوئی مشورہ طلب کرے تو اسے مشورہ دو۔''

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

ابلغوا حاجة من لا يستطيع ابلاغ حاجته فمن ابلغ سلطان حاجة من لا يستطيع ابلاغها ثبت الله قدميه على الصراط يوم القيامة. (ایضاً:۵۱)

''ان کی ضرورتوں کو ارباب حل وعقد تک پہنچا دو، جو خود اپنی حاجت ان تک پہنچانے کی طاقت وصلاحیت نہیں رکھتے، جس نے ایسا کیا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن پل صراط پر ثبات قدمی عطا فرمائے گا۔''

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

ان احدکم مراة اخيه فاذا به اذًى فليمط عنه. (ایضاً:۲۱۸۱)

''بے شک تم میں سے ہر شخص اپنے بھائی کے حق میں آئینہ ہے اگر تم اس کے اندر کوئی خرابی دیکھو تو اسے دور کر دو۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

افضل الصدقة سقي الماء. (ایضاً:۱۲۶۱)

''بہتر صدقہ پانی پلانا ہے۔''

ایک دوسری حدیث میں ہے:

ان قامت الساعة و في يد احدكم غسيلة فان استطاع ان لا يقوم حتى يغرسها فليغرسها . (ایضاً:۲۶۶۸)

''اگر قیامت قائم ہونے والی ہو اور کسی کے ہاتھ میں کوئی پودا ہو تو اس کو لگا دینے سے پہلے قیامت قائم نہ ہو جائے تو وہ اس کو لگا دے۔''

اس کے علاوہ شریعت اسلامیہ میں غریبوں، مسکینوں، یتیموں، بیواؤں اور حاجت مندوں کا مالی تعاون اور ان کے ساتھ ہمدردی کا سلوک کرنے کے مستقل احکامات ہیں، جن پر عمل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت کے لیے حسب استطاعت ضروری ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب: ششم

کیا مسلمانوں کو جہالت سے محبت ہے؟

مسلمانوں کے بارے میں ایک عام تاثر یہ بھی ہے کہ ان کو علوم وفنون سے دل چسپی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ وہ خود ان پڑھ اور جاہل ہوتے ہیں اور اپنے بچوں کو تعلیم سے دور رکھتے ہیں۔ مردم شماری کے اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ دوسری پس ماندہ اقوام وملل کے مقابلے میں تعلیمی طور پر سب سے زیادہ پس ماندگی مسلمانوں ہی میں ہے، سائنس وٹکنالوجی میں جتنی بھی ترقیات ہوئی ہیں ان میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی وجہ یہی سمجھ میں آتی ہے کہ اسلام نے علم اور تعلیم کی حوصلہ افزائی نہیں کی ہے۔ ورنہ مسلمان ضرور تعلیم کی طرف توجہ کرتے اور اپنی اولاد کو اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں بھیجتے اور ان کو اس سے آراستہ کرتے۔

اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں دوسری غلط فہمیوں کی طرح یہ غلط فہمی بھی کافی عام ہے اور اس کو ایک حقیقت کی طرح تسلیم بھی کیا جاتا ہے۔ جب کہ واقعہ یہ ہے کہ اسلام کی بنیاد ہی علم ہے اور وحی کا آغاز اقرا (پڑھو) کے کلمہ سے ہوتا ہے۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ اسلام کے تصور علم پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

قرآن کا تصور علم

قرآن مجید میں لفظ علم مختلف اشتقاقی صورتوں میں ۷۸۰ مرتبہ وارد ہوا ہے۔ ان مواقع پر علم کی دو شکلیں مدنظر ہیں۔ اول وہ علم جو ذات باری تعالیٰ کی صفت خاص ہے اور جو علیم، عالم، علام وغیرہ میں موجود ہے۔ دوم وہ علم جو مخلوق خصوصاً انسان کو بھی عطا ہوا ہے۔ قرآن مجید میں اس مادے کے اشتقاقات جس کثرت سے آئے ہیں ان سے یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں کہ قرآن کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رو سے علم کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ اور جب یہ لفظ جزوی تراوفات کے ساتھ مثلاً تعقلون، تدبرون، تفقھون، تشعرون وغیرہ سے مل کر یا ان کی جگہ آتا ہے تو ان سے علم کے طریقوں، غایتوں اور جہتوں کا پتا چلتا ہے اور اس نے جملہ طریقوں کو تسلیم کرتے ہوئے ان کو برتنے کی حوصلہ افزائی کی ہے۔

قرآن مجید نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ''اسماء کل'' سکھائے، انسان کو ''بیان'' سکھانے کا بھی ذکر کیا گیا ہے اللہ نے وحی کے ذریعہ بھی انسان کو علوم سے آگاہ کیا ہے، قرآن میں قلم کے ذریعہ بھی علم سکھانے کی بات کہی گئی ہے، بعض انبیاء کو وحی کے ساتھ حکمت عطا ہونے کا بھی ذکر آیا ہے اس کے علاوہ انفس و آفاق کی نشانیوں کو کھول کر بیان کر دینے کی حقیقت قرآن نے بیان کیا ہے اور انسان سے تقاضا کیا ہے کہ وہ ان پر غور و فکر سے کام لیں۔ قرآن نے علم حاصل کرنے والے کے مرتبے کو بلند کرنے کا وعدہ کیا ہے اور علماء کو دوسرے لوگوں سے ممتاز قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ بات پوری صراحت کے ساتھ بیان کر دی ہے کہ جو علم والے ہیں اور جو علم والے نہیں ہیں وہ برابر نہیں ہو سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ بات بھی پوری صراحت کے ساتھ بیان کر دی کہ عقل والے تو وہی ہیں جو علم والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ

(المجادلہ:۱۱)

''تم میں سے جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں اور جن کو علم بخشا گیا اللہ ان کو بلند درجہ عطا کرے گا۔''

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ (فاطر:۲۸)

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ سے صرف علم رکھنے والے ہی ڈرتے ہیں۔''

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ (الزمر:۹)

''ان سے پوچھو کیا علم والے اور علم نہ رکھنے والے دونوں کبھی یکساں ہو سکتے ہیں۔''

وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝ (العنکبوت:۴۳)

''عقل سے کام لینے والے تو صرف عالم لوگ ہی ہیں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تفصیلات سے یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں کہ مسلمانوں کو علم کی تحریک خود قرآن نے دی ہے اور جس کا تقاضا قرآن کر رہا ہو اس سے مسلمان غفلت نہیں برت سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے دینی علوم کے علاوہ مختلف دوسرے علوم مثلاً جغرافیہ، تاریخ، رجال، تذکرہ، اور نظری و تجربی علم سائنس وطب، ریاضی نیز علم الاشیاء طبیعات، وفلکیات وغیرہ اس کی رہ نمائی کی رہین منت ہیں۔

علم کا طلب کرنا مسلمانوں کے لیے دین طلب کرنے کے مترادف ہے، کیوں کہ دین انسان کی کل زندگی پر حاوی ہے اور حواس وروح، دنیا وآخرت سب اس میں شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے علم کو محض تصور کے طور پر نہیں لیا بلکہ تصدیق کی حیثیت سے بھی اسے قبول کیا اور مشاہدہ وتجربہ، تدبر وتفکر سے بڑھ کر ایمان ویقین کی دولت کو بھی حاصل کیا ہے۔ جب کہ دوسری اقوام و مذاہب والے تمام تر علوم کے باوجود ایمان ویقین سے خالی رہے۔ جہاں تک احادیث کا سوال ہے تو کتب احادیث میں علم، تعلیم، اور علماء کی فضیلت واہمیت پر وافر مواد موجود ہے۔ احادیث کے اکثر مجموعوں میں علم کو پہلے چند ابواب میں جگہ دی گئی ہے اور کتاب الایمان کے بعد کتاب العلم لائی گئی ہے اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ محدثین کے نزدیک علم کی کیا اہمیت تھی۔ امام بخاری کے چند ابواب اس طرح ہیں۔

۱- باب العلم قبل القول والعمل (قول وعمل سے پہلے علم سیکھنا) ۲- باب الاغتباط فی العلم والحکمة (علم ودانش مندی میں رشک کرنا) ۳- باب فضل من عَلِمَ وَ عَلَّمَ (اس کی فضیلت جس نے علم سیکھا اور سکھایا) ۴- باب کتابة العلم و باب حفظ العلم (علم کو لکھنا اور اس کو یاد کرنا)

علم کی فضیلت واہمیت سے متعلق احادیث

نبی کریم ﷺ نے مختلف احادیث میں علم، عالم، معلم اور متعلم کی فضیلتیں بیان کی ہیں اور طلب علم کو ہر مومن کے لیے فرض قرار دیا ہے، عالموں کو نبیوں کا وارث بتایا ہے، علم کو صدقۂ جاریہ بنایا اور طالب علم کے لیے جنت کی خوش خبری سنائی غرض اپنے متعدد ارشادات میں امت مسلمہ کے ایک ایک فرد کو حصول علم پر ابھارا ہے۔ ذیل میں بہ طور نمونہ کے چند روایتیں نقل کی جارہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، تاکہ مسئلہ زیر بحث مزید واضح ہو جائے۔

عن معاذ بن جبلؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ تعلموا العلم فان تعلمه للّٰه تعالیٰ خشیة و طلبه عبادة، مذاکرته تسبیح، والبحث عنه جهاد تعلیمه لمن لا یعلمه صدقة، بذله لاهله قربة لانه معالم الحلال والحرام منار سبل اهل الجنة و هو الانیس فی الوحشة والصاحب فی الغربة المحدث فی الخلوة والدلیل علی السراء والضراء والسلاح علی الاعداء ؛ التزین عند الاخلاء، یرفع الله به اقواما فیجعلهم فی الخیر قادة و ائمة تقتفی آثارهم و یقتدی بفعالهم، ترغب الملائکة فی خلتهم، و باجنحتها تمسحهم، یستغفر لهم کل رطب و یابس و حیتان البحر و هوامه، و سبع البر و انعامه، لان العلم حیاة القلوب من الجهل، و مصابیح الابصار من الظلم، یبلغ العبد بالعلم منازل الاخیار والدرجات العلی فی الدنیا والآخرة، والتفکر فیه یعدل الصیام، مدارسته تعدل القیام، به توصل الارحام، و به الحلال والحرام، هو امام والعمل تابعه، ویلهمه السعداء و یحرمه الاشقیاء.

(ابجد العلوم بحوالہ جامع بیان العلم لابن عبد البر)

''حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علم حاصل کرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی خوش نودی کے لیے علم کی تعلیم لازمی ہے، علم کی طلب عبادت ہے، علم کی تلاش جہاد ہے۔ بے علموں کو علم سکھانا صدقہ ہے۔ مستحق لوگوں کو علم سکھانا اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ ہے۔ علم حلال وحرام کے مابین نشان امتیاز ہے۔ جنت کے راستے پر روشنی کا ستون ہے، تنہائی میں مونس ہے، پردیش میں رفیق ہے، خلوت میں ندیم ہے، سختی وکشادگی میں برہان ہے، دشمن کے مقابلے میں ہتھیار ہے، دوستوں میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زینت ہے، علم کے ذریعے بلندی اور امامت ملتی ہے، علم اہل علم کی سیرت کو مکمل کرنے اسے دوسروں کے لیے نمونہ بناتا ہے۔ ان کی معیت پر فرشتے آرزو کرتے ہیں۔ اور اپنے پروں سے انہیں چھوتے ہیں۔ ان کے لیے بر و بحر کی ہر چیز استغفار کرتی ہے۔ سمندر کی مچھلیاں اور خشکی کے درندے اور چوپائے دعا کرتے ہیں۔ کیوں کہ علم دلوں کے لیے آب حیات ہے۔ تاریکی میں روشنی ہے، اس کے ذریعہ سے آدمی نیکوں اور اعلیٰ درجات والوں کی برابری کرتا ہے۔ دنیا و آخرت میں علم کے بارے میں سوچنا دن میں روزہ رکھنے کی طرح ہے اور علم کی تحقیق کرنا رات میں قیام کرنے کی طرح۔ اسی سے صلہ رحمی کی جاتی ہے۔ حلال و حرام میں فرق کا ذریعہ ہے۔ علم رہنما ہے، عمل اس کا تابع ہے۔ نیک بخت اسے اہمیت دیتے ہیں اور بد بخت اس سے محروم رہتے ہیں۔''

انسان جب مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے۔ مگر بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے اعمال کا ثواب ملتا رہتا ہے ان میں سے ایک نفع پہنچانے والا علم بھی ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے:

اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاث الا من صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعو له.

(ایضا به حواله مسلم)

''انسان جب مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے۔ مگر تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ باقی رہتی ہیں۔ صدقہ جاریہ، نافع علم اور نیک اولاد۔''

اسلام میں تمام تر عبادتوں کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول اور جنت میں وصول ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص علم کی طلب میں مشقتوں کی راہ طے کرتا ہے اللہ تعالیٰ جنت کی راہ اس کے لیے آسان کردیتا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

من سلک طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له به طريقا الى الجنة. (ایضا به حواله مسلم)

''جو علم کی طلب میں مشقتوں کی راہ طے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جنت کی راہ آسان کردیتا ہے۔''

انسان اپنے زمانے میں دوسرے لوگوں سے مختلف طریقوں سے امتیاز و برتری حاصل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا چاہتا ہے۔اس کے لیے کبھی وہ دولت کا سہارا لیتا ہے، کبھی جسمانی طاقت کو آزماتا ہے، کبھی حکومت و بادشاہت کے ذریعے اپنی فضیلت و برتری جتاتا ہے، بعض وقت عبادت و دین داری سے بھی وہ فضل و کمال کا طالب ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ اس کا سب سے آسان ذریعہ علم ہے۔ارشاد ہے:

عن ابی الدرداء قال انی سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلة البدر علی سائر الکواکب، و ان العلماء ورثة الانبیاء و ان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درهما و انما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر. (ایضا به حواله احمد ترمذی ابو داؤد ابن ماجه دارمی)

''حضرت ابودرداء سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم کو فرماتے ہوئے سنا کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے، جیسے چودھویں چاند کی فضیلت دوسرے ستاروں پر ہے، اور بے شک علماء نبیوں کے وارث ہیں۔اور یاد رکھو نبیوں نے درہم و دینار کے وارث نہیں بنائے بلکہ انھوں نے علم (وحی) کے وارث بنائے ہیں۔تو جس نے اس میں سے لیا تو اس نے بڑی اچھی چیز لی۔''

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے اور وہ ہر آدمی کو بہکانے میں لگا رہتا ہے مگر ایک عالم شیطان کے لیے بہت بھاری ہے اور عالم کو بہکانے میں اسے کافی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد. (ایضا به حواله ترمذی، ابن ماجه)

''حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ایک فقیہ (عالم) شیطان پر ہزار عابد سے بھاری ہے۔''

یہ بات بہت مشہور ہے کہ اسلام میں علم کا حصول ہر مرد و عورت پر فرض ہے۔حدیث میں وارد ہے۔

عن انس قال رسول اللّٰہ ﷺ طلب العلم فریضة علی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كلم مسلم و واضع العلم عند غير اهله كمقلد الخنازير الجوهر واللولوء. (ایضا به حواله مسلم، ابن ماجه، بیهقی)

''حضرت انسؓ سے مروی ہے رسول اللہؐ نے فرمایا علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے، اور اس کا نااہل کو سکھانا سور کو ہیرے موتی کے ہار پہنانے کی طرح ہے۔''

حصول علم کے لیے کوئی حد یا عمر متعین نہیں ہے انسان پوری عمر علم سیکھ سکتا ہے اور جتنا چاہے وہ علم حاصل کر سکتا ہے۔ ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ مومن کبھی بھی علم سے آسودہ خاطر نہیں ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ مر کر جنت میں داخل ہو جاتا ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ لن یشبع المومن من خیر یسمعه حتی یکون منتهاه الجنة.

(ایضا به حواله ترمذی)

''حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا مومن خیر (علم) سننے سے کبھی آسودہ نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔''

مسلمانوں کی علمی خدمات

ایسا نہیں ہے کہ مسلمانوں کو قرآن و احادیث کی ان نصوص کی اہمیت کا احساس نہیں تھا اور انھوں نے ان پر عمل نہیں کیا ہے۔ یہ بات معلوم و مسلم ہے کہ ایک طویل عرصے تک مسلمانوں نے دنیا کو جن علوم سے مستفید کیا ہے ان میں تاریخ نگاری، جغرافیہ، معدنیات، نباتیات، حیوانیات، علم الکیمیا، طبیعات، فلکیات، ریاضیات، طب اور فلسفہ خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ بلکہ موجودہ یوروپ کو بام عروج تک پہنچانے میں اسلامی سائنس دانوں کا بڑا حصہ ہے۔ جارج سارٹن اپنی کتاب ''انٹروڈکشن آف دی ہسٹری آف سائنس'' میں لکھتے ہیں: بنی نوع انسان کا اہم کام مسلمانوں نے انجام دیا۔ سب سے بڑا فلسفی الفارابی مسلمان تھا، سب سے بڑے ریاضی دان ابوکامل اور ابراہیم بن سنان مسلمان تھے، سب سے بڑا جغرافیہ داں اور قاموسی المسعودی مسلمان تھا اور سب سے بڑا مورخ الطبری بھی مسلمان ہی تھا۔

(بہ حوالہ، ڈاکٹر غلام قادر لون، قرون وسطی کے مسلمانوں کے سائنسی کارنامے ص: ۲۱)

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انھیں چند مسلمان علماء نے علوم و فنون کو سینے سے لگایا بلکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے شمار ایسے اکابر علماء وفضلاء موجود ہیں، جنھوں نے اپنے اپنے میدان میں علم کی ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں اور جس کا اعتراف ہر صاحب انصاف شخص بیانگ دہل کرتا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ علم وحکمت مومن کا متاع گم گشتہ ہے جہاں کہیں بھی وہ اسے ملے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب: ہفتم

صفائی ستھرائی اور مسلمان

''ایک مسلمان کا گھر قابل رحم تذبذب اور بے یقینی کا نمونہ ہے اور اس کی زندگی محض اتفاقات کے سہارے چلتی ہے۔ جب اس کے من میں آتا ہے، کام کرتا ہے اور جب اسے تھکاوٹ محسوس ہو، سو جاتا ہے۔ وہ دن اور رات کے کسی بھی حصے میں گہری نیند سو جانے کی صلاحیت رکھتا ہے اور گرد و پیش کی زندگی کا شور اس کی نیند میں بالکل مخل نہیں ہو سکتا، اور نہ اس کی جمالیاتی حس کو اس بات سے ٹھیس لگتی ہے کہ ایک عالی شان محل کے بالکل متصل گندگی کے ڈھیر کے ڈھیر پڑے ہیں؛ البتہ اسے روزانہ کام کے لیے پہلے سے طے شدہ پروگرام سے بے شک بڑی تکلیف ہوتی ہے۔''

یہ اقتباس ہنگری کے ایک مستشرق ڈاکٹر جرمانوس (جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے اور ان کا اسلامی نام عبدالکریم جرمانوس رکھا گیا تھا) کی کتاب ''مسلمان اقوام کے زوال کے اسباب'' سے لیا گیا ہے۔ اس میں مسلمانوں کی زبوں حالی کی جو تصویر کھینچی گئی ہے، وہ قابل غور ہے۔ اس میں مسلمانوں کی صفائی ستھرائی کے ذوق پر بھی طنز کیا گیا ہے، جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ مسلمانوں کے اندر صفائی ستھرائی نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ مسلمانوں کے بارے میں عام لوگوں کا تصور اس تصور سے مختلف نہیں ہے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ مسلمان گندگی پسند ہوتے ہیں، صفائی ستھرائی ان کی مذہبی تعلیمات میں شامل نہیں ہے؛ جبھی تو ان کا جسم، ان کے کپڑے، ان کا گھر، ان کا محلہ اور ان کے محلے کی گلیاں گندگیوں سے اٹی پڑی رہتی ہیں، بلکہ کسی ایسی جگہ جہاں گندگیاں بھری پڑی ہوں اور معلوم نہ ہو کہ یہ کن لوگوں کی بستی ہے تو یقین کر لینا چاہیے کہ یہ مسلمانوں کی بستی ہوگی کیوں کہ ان کے علاوہ کوئی دوسری قوم گندگیوں سے اس طرح پیار نہیں کرتی، جس طرح مسلمان قوم کرتی ہے۔

بلاشبہ مسلمانوں کے اندر بہت سی خرابیاں پائی جاتی ہیں اور ممکن ہے، گندگی کا جو تصور ان کے بارے میں قائم کیا گیا ہے، صحیح ہو؛ مگر اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اسلام کی تعلیمات بھی یہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ جس دین نے صفائی ستھرائی کو آدھا ایمان قرار دیا ہو۔ (مسلم، کتاب الطهارة باب فضل الوضوء حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: **الطهور شطر الایمان**)، جس کی بہت سی عبادتوں کی اولین شرط، طہارت اور وضو ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جو دین ہر قسم کی باطنی اور اندرونی گندگیوں کو دور کرنے کے لیے آیا ہو وہ لوگوں میں ظاہری گندگی کو کیوں کر برداشت کر سکتا ہے یا انھیں پسندیدگی کی نگاہ سے کیوں کر دیکھ سکتا ہے! ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی عملی کوتاہیوں کو اسلام کی تعلیمات سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ آیئے، ذیل میں صفائی ستھرائی سے متعلق اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کریں، جس سے اندازہ ہوگا کہ اسلام نے اس کے اہتمام کی کس درجے تاکید کی ہے۔

اسلام میں ظاہری صفائی ستھرائی کی تاکید

کلمۂ شہادت کے اقرار کے بعد ایک مسلمان پر سب سے پہلے جو حکم نافذ ہوتا ہے، وہ اقامت صلوٰۃ یعنی نماز قائم کرنا ہے۔ نماز، دن و رات میں پانچ مرتبہ پڑھنا فرض ہے اور وہ (بعض استثنائی صورتوں کو چھوڑ کر مثلاً حیض، نفاس، بے ہوشی وغیرہ) کسی بھی حال میں کسی سے ساقط نہیں ہوتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ نماز پڑھنے کے لیے اولین شرط وضو کرنا ہے۔ وضو کے معنی دھونے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں وضو سے مراد ترتیب کے ساتھ سنت کے مطابق کھلے اعضاء بدن ہاتھ منھ اور پاؤں دھونا اور سر کو مسح کرنا ہے۔ وضو کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی چاہے ارکان نماز کو کتنے ہی خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کیا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ (المائدہ:۶)

''اے لوگوں جو ایمان لائے ہو، جب تم نماز کے لیے اٹھو تو چاہیے کہ اپنے منھ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولو، سروں پر ہاتھ پھیر لو، اور پاؤں ٹخنوں تک دھولیا کرو، اور اگر جنابت (ناپاکی) کی حالت میں ہو تو نہا کر پاک ہو جاؤ۔''

جو شخص دن رات میں پانچ مرتبہ ہاتھ منھ اور پاؤں دھوئے گا، ظاہر ہے، اس پر میل کچیل باقی نہیں رہ سکتی۔ کم از کم اس کے یہ اعضاء جن کے دھونے کا ذکر آیا ہے، بالکل صاف

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ستھرے رہیں گے۔ اسی بات کی طرف حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے گو کہ اس میں معنوی صفائی کا ذکر ہے مگر اس کے ظاہری معنی بھی مراد لے سکتے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے:

أرأيتم لو أن نهرا بباب أحدكم يغتسل فيه كل يوم خمسا ما تقول ذلك؟ يبقى من درنه؟ قالوا: لا يبقى من درنه شيئا. قال: فذلك مثل الصلوات الخمس يمحو الله بها الخطايا.

(بخاری: کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب الصلوات الخمس کفارۃ للخطایا)

''تمھارا کیا خیال ہے، اگر کسی کے دروازے کے سامنے ایک دریا رواں ہو اور وہ اس میں دن رات پانچ بار غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل کچیل باقی رہ سکتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ اس کے جسم پر کچھ بھی میل کچیل باقی نہ رہے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہی مثال پنج وقتہ نماز کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے گناہوں کو معاف کرتا رہتا ہے۔''

اسلام نے نماز کے لیے نہ صرف وضو کا حکم دیا ہے بلکہ بعض حالات میں اس نے غسل کو واجب قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر ناپاکی کی حالت میں، پیشاب، پاخانہ اگر جسم پر لگ جائے۔ احتلام ہو جانے کی صورت میں، بیوی سے ہم بستر ہونے کے بعد، تو ان صورتوں میں اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عورتوں پر حیض و نفاس کے بعد غسل ضروری ہے۔ اگر وہ غسل نہ کریں تو بہت سے دینی کام انجام دینے سے قاصر رہیں گی نہ تو وہ نماز ادا کر سکتی ہیں، نہ مسجد میں داخلہ ممکن ہے؛ نہ خانہ کعبہ کا طواف کیا جا سکتا ہے اور نہ قرآن کی تلاوت ہی کی جا سکتی ہے۔ غرض کہ ناپاکی کی حالت میں بہت سے ضروری امور انجام دینے سے مسلمان عورت محروم رہے گی۔ اسی لیے شریعت میں، پانی میسر نہ ہونے کی صورت میں غسل کے بہ جائے تیمّم کا حکم دیا گیا ہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ (المائدہ:۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو نہا کر پاک ہو جاؤ؛ اور اگر بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے بیویوں سے قربت کی ہو اور (غسل کے لیے) پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو، بس اس پر ہاتھ مار کر اپنے منھ اور ہاتھوں پر پھیر کر تیمم کر لیا کرو۔''

مذکورہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر پاکی حاصل کرنے کے لیے پانی میسر نہ ہو تب بھی صفائی کا حکم دیا گیا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ پانی نہ ہونے کا عذر کر کے آدمی ناپاکی کی حالت میں پڑا رہے اور نماز اور دیگر احکام پر عمل ترک کر دے بلکہ شریعت میں بتایا گیا ہے کہ پاک صاف مٹی بھی پاکی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ غسل کا بدل ہے۔

ہر ماہ عورتیں مخصوص ایام سے گزرتی ہیں۔ وہ ان کے لیے ناپاکی کے دن ہوتے ہیں۔ ان دنوں میں ان سے ہم بستری جائز نہیں ہے۔ قرآن میں حکم دیا گیا ہے کہ جب وہ پاکی حاصل کر لیں تب ان سے قربت حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝ (البقرہ:۲۲۲)

''لوگ آپ سے پوچھتے ہیں: حیض کا کیا حکم ہے؟ کہہ دیجیے، وہ ایک گندگی کی حالت ہے۔ لہٰذا اس میں عورتوں سے الگ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ وہ پاک صاف نہ ہو جائیں۔ پھر جب وہ اچھی طرح پاک صاف ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ، اُس طرح جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔ یقیناً اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو بدی سے باز رہیں اور پاکیزگی اختیار کریں۔''

اس کے علاوہ بعض حالات میں غسل کی خصوصی تاکید کی گئی ہے جیسے جمعہ کے دن غسل کرنے کے بارے میں متعدد حدیثیں وارد ہیں۔ اسی طرح عیدین کے دن صفائی ستھرائی کا اہتمام کرنا اسلامی تہذیب کا حصہ رہا ہے۔ مسلمانوں کو ان مواقع پر خصوصیت سے نہانے دھونے کی تاکید کی گئی ہے اور اس کی ترغیب دی گئی ہے۔ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

الغسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم و أن يستن و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أن يمس طيبا ان وجد. (بخاری: کتاب الجمعه باب التطيب للجمعة)

''جمعہ کے دن ہر بالغ پر غسل کرنا واجب ہے اور یہ کہ وہ مسواک کرے اور خوش بو میسر ہو تو اسے استعمال کرے۔''

صفائی ستھرائی کا ایک موقع سو کر اٹھنے کے بعد کا ہے۔ حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ کوئی شخص سو کر اٹھے تو کم از کم تین بار ہاتھ دھو لے۔ ہاتھ دھونے کے بعد ہی اسے کسی برتن میں ڈالے کیوں کہ اسے علم نہیں کہ سونے کی حالت میں اس کا ہاتھ کہاں کہاں پہنچا۔ ارشاد نبویؐ ہے:

اذا استيقظ أحدكم من نومه فلا يغمس يده في انائه حتى يغسلها ثلاثاً فانه لا يدري أين باتت يده. (مسند احمد: ۲/۲۴۱)

''جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو اپنے ہاتھ کو یوں ہی برتن میں نہ ڈال دے بلکہ پہلے تین بار دھو لے کیوں کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ رات کو کہاں رہا۔ (ہو سکتا ہے کہ اس کا ہاتھ شرم گاہ تک پہنچ گیا ہو)۔''

اسلام میں صفائی ستھرائی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے مردے کو بھی نہلانے کا حکم دیا ہے جب کہ دنیا کے دیگر مذاہب میں مردے کو بغیر نہلائے دفن کر دیا جاتا ہے۔ یا پھر اسے جلا دیا جاتا ہے؛ مگر اسلام نے اسے باقاعدہ نہلانے اور صاف ستھرا کپڑا (کفن) پہنانے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

عن أم عطيه الأنصارية قالت: دخل علينا رسول الله ﷺ حين توفيت ابنته فقال: اغسلنها ثلاثاً أو أكثر من ذلك أن رأيتن ذلك بماء سدر واجعلن في الآخرة كافوراً و شيئا من كافور؛ فاذا فرغتن فأذنني فلما فرغنا أذناه فأعطانا حقوه، فقال: اشعرنها اياه تعني ازاره.

(بخاری: کتاب الجنائز باب غسل الميت)

''حضرت ام عطیہ انصاریہؓ سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ جب آں حضور ﷺ کی صاحب زادی کا انتقال ہوا اس وقت آپ ہمارے پاس آئے اور فرمایا کہ ان کو تین بار یا پانچ بار یا اس سے زیادہ بار۔ اگر ضرورت محسوس کرو تو۔ پانی اور بیری کے پتے کے ذریعہ غسل دو اور آخر میں کافور بھی ملا لو اور جب غسل سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے خبر کرو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چناں چہ جب ہم غسل دے کر فارغ ہوئے تو ہم نے آپ کو خبر کی۔ آپ نے ہمیں ازار بند دیا اور فرمایا کہ اس کے کفن میں ازار بند لگا دو۔''

جسمانی صفائی ستھرائی کے بعض دیگر تقاضے

اعضاے ظاہری کے وضو اور غسل کے علاوہ انسانی جسم میں بعض ایسی چیزیں ہوتی ہیں، جو صفائی ستھرائی کا تقاضا کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر دانت، ناخن، بغل اور زیر ناف موجود غیر ضروری بالوں کی صفائی انسانی فطرت میں شامل ہے۔ اس لیے شریعت میں ان کی صفائی ستھرائی کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

عشر من الفطرة: قص الشارب واعفاء اللحية والسواك واستنشاق الماء و قص الأظفار و غسل البراجم و نتف الابط و حلق العانة و انتقاص الماء. قال مصعب: و نسيت العاشرة الا أن تكون المضمضة.

(مسلم: كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة)

''دس باتیں انسانی فطرت میں شامل ہیں: (۱) مونچھیں تراشنا (۲) داڑھی بڑھانا (۳) مسواک کرنا (۴) ناک میں پانی لے کر جھاڑنا (۵) ناخن تراشنا (۶) انگلیوں کے پوروں کو دھونا (۷) بغل کے بال اکھیڑنا (۸) زیر ناف کے بال استرے سے صاف کرنا (۹) استنجا کرنا۔ راوی مصعب کہتے ہیں کہ دسویں بات میں بھول گیا لیکن خیال پڑتا ہے کہ وہ کلی کرنا ہے۔''

شریعت میں یہ ہدایت بھی کر دی گئی ہے کہ کتنے دنوں کے اندر ان چیزوں کی صفائی لازماً ہو جانی چاہیے۔ چناں چہ ایک حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے:

عن أنس بن مالك عن النبيؐ أنه وقت لهم فى كل أربعين ليلة تقليم الأظفار و أخذ الشارب و حلق العانة.

(ترمذی: ابواب الآداب، باب ماجاء فى توقيت تقليم الأظفار)

''حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ان کے لیے ناخن کٹوانے، مونچھیں ترشوانے اور زیر ناف بالوں کی صفائی کے لیے چالیس دن کا ٹائم ٹیبل مقرر کر دیا ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوپر کی تفصیل سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انسانی جسم کی صفائی ستھرائی اسلام میں کس درجہ مطلوب ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں جن باتوں کی صفائی کا حکم دیا گیا ہے، وہ فطری ہیں؛ اور آدمی ان کی صفائی ستھرائی کا اہتمام نہ کرے تو خود اسے الجھن محسوس ہوتی ہے۔ شریعت اسلامیہ میں ہرگز یہ بات پسندیدہ نہیں ہے کہ آدمی پراگندگی کی حالت میں رہے، لوگ اس سے نفرت کریں اور دور رہیں۔ شریعت نے تو حکم دیا ہے کہ زیب وزینت کے جو مہذب اور شائستہ طریقے اختیار کیے جاسکتے ہوں وہ ضرور اختیار کیے جانے چاہئیں؛ البتہ اس میں اسراف اور فضول خرچی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ (الاعراف:۳۱)

''اے بنی آدم! ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو؛ کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

زیب وزینت، صفائی ستھرائی کے بغیر ممکن نہیں۔ البتہ بعض لوگ زیب وزینت کو فخر و غرور کے مترادف سمجھ لیتے ہیں حالاں کہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا، جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر وغرور ہو۔ یہ سن کر ایک صحابی نے دریافت کیا کہ ایک شخص چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اور جوتا اچھا ہو تو کیا یہ بھی فخر و غرور میں داخل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: بے شک اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ کبر تو یہ ہے کہ آدمی حق کو نہ مانے اور لوگوں کو حقیر جانے۔ (مسلم: کتاب الایمان، باب تحریم الکبر و بیانہ)

گھروں اور راستوں کی صفائی کا حکم

شریعت اسلامیہ میں جسم کی ظاہری صفائی ستھرائی کے احکام کے ساتھ گھروں اور راستوں کی بھی صفائی کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ بات پسندیدہ نہیں ہے کہ آدمی کا جسم تو صاف ستھرا ہو لیکن جس گھر میں وہ رہتا ہو، اس میں اس کے اردگرد گندگی کے ڈھیر پڑے ہوں اور اس سے بدبو اور تعفن اٹھ رہی ہو۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

ان اللّٰه طيب يحب الطيب، نظيف يحب النظافة، كريم يحب الكرم، جواد يحب الجود، فنظفوا أفنيتكم ولا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشبهوا باليهود. (ترمذی: ابواب الآداب، باب ماجاء في النظافة)

''اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکی کو پسند کرتا ہے۔ نظافت والا ہے اور نظافت کو پسند کرتا ہے۔ کریم ہے اور کرم کو پسند کرتا ہے۔ سخی اور داتا ہے اور سخاوت کو پسند کرتا ہے۔ لہٰذا تم بھی اپنے گھروں کے صحن پاک صاف رکھو اور گندگی میں یہودیوں کے مثل نہ ہو جاؤ۔''

آدمی اپنے گھر کی صفائی ستھرائی کا کسی درجے میں اہتمام کرتا ہے لیکن راستوں اور گلیوں کی صفائی کی زیادہ وہ فکر نہیں کرتا بلکہ وہاں وہ کوڑا کرکٹ اور گندگی ڈال دیتا ہے۔ شریعت اسلامیہ کے نزدیک یہ بات انتہائی نازیبا ہے اور حدیث میں اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

اتقوا اللعانين. قالوا: وما اللعانان يا رسول الله! قال: الذى يتخلى فى طريق الناس أو فى ظلهم.

(مسلم: كتاب الطهارة باب الاستطابة)

''ان دو لعنت بھیجے جانے والے کاموں سے بچو۔ پوچھا گیا کہ وہ دو لعنت والے کام کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: لوگوں کے راستے میں یا سایہ دار جگہ میں رفع حاجت کرنا۔''

ایک دوسری حدیث میں تین مقامات کا ذکر کیا گیا ہے جہاں غلاظت نہیں ڈالنی چاہیے۔ ارشاد ہے:

اتقوا الملاعن الثلاثة: البراز فى الموارد و قارعة الطريق والظل. (أبو داؤد: كتاب الطهارة، باب المواضع التى نهى عن البول فيها)

''لعنت بھیجے جانے والے تین مقامات سے بچو۔ وہ ہیں (۱) گھاٹ (۲) عام راستہ (۳) سایہ دار جگہ میں پاخانہ کرنا۔''

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ تالاب یا ٹھہرے ہوئے پانی کے اندر پیشاب کر دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے تالاب یا اس پانی کی طہارت میں کچھ فرق نہ آئے گا لیکن یہ چیز صفائی ستھرائی کے بالکل خلاف ہے۔ حدیث میں اس سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

لايبولن أحدكم فى الماء الدائم ثم يتوضأ منه.

(ترمذی: كتاب الطهارة، باب كراهية البول فى الماء الراكد)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تم میں سے کوئی ہرگز ہرگز ٹھہرے ہوئے پانی (تالاب) میں پیشاب نہ کرے اور پھر اس میں وضو کرے۔''

صفائی ستھرائی کے بعض دیگر پہلو

بعض لوگوں کے بار بار تھوکنے، ناک صاف کرنے یا کھنکھارنے کی عادت ہوتی ہے۔ وہ ایسی جگہ پر بھی اپنی عادت کے بہ موجب ناک صاف کرنے یا تھوکنے سے باز نہیں آتے جہاں عام لوگوں کی نگاہیں پڑتی ہیں۔ شریعت میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ حدیث میں ہدایت ہے:

عن أنس بن مالک أن النبی ﷺ قال: التفل فی المسجد خطئية، و كفارته أن يواريه.

(أبو داؤد: كتاب الصلوٰة، باب فی كراهية البزاق فی المسجد)

''حضرت انس بن مالک سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسجد کے اندر تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو چھپا دیا جائے۔''

ایک دوسری حدیث وارد ہے:

ان البزاق فی المسجد خطئية، و كفارتها دفنها. (ایضاً)

''مسجد کے اندر تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو دفن کر دیا جائے۔''

ایک اور روایت میں رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا قام الرجل الی لصلوٰة أو اذا صلی أحدكم فلا يبزقن أمامه ولا عن يمينه و لكن عن تلقآء يساره ان كان فارغاً أو تحت قدمه اليسری ثم ليفل به. (ایضاً)

''جب آدمی نماز کے لیے کھڑا ہو یا جب کوئی نماز پڑھے تو ہرگز اپنے آگے یا دائیں جانب نہ تھوکے؛ لیکن اگر اسے تھوکنا ہی ہو تو اپنے بائیں جانب یا بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے اور پھر اس کو مٹا دے۔''

مسجد میں تھوکنے کی اجازت اس وقت تھی جب اس کا فرش کچا ہوتا تھا۔ اب جب کہ مسجدیں پکی اور مزین ہیں تو ان میں تھوکنا صحیح نہ ہوگا۔

بعض اوقات کتا برتن میں منھ ڈال دیتا ہے۔ ایسے موقعے پر شریعت کا حکم ہے کہ برتن کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کم از کم سات بار دھو کر صاف کیا جائے تاکہ دوبارہ اسے استعمال کرنے میں کوئی ضرر لاحق نہ ہو یا کراہت محسوس نہ ہو۔ حدیث میں ارشاد ہے:

عن أبي هريرةؓ عن النبي ﷺ قال: طهور اناء أحدكم اذا ولغ فيه الكلب أن يغسل سبع مرات، أولهن بالتراب.

(أبو داؤد: كتاب الطهارة، باب الوضوء بسور الكلب)

''جب تمھارے برتن میں کتا منھ ڈال دے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے سات بار دھویا جائے۔ البتہ پہلی مرتبہ مٹی سے دھویا جائے۔''

کھانے پینے کے برتن کو ڈھک کر رکھنا طبی نقطۂ نظر سے ضروری ہے۔ کھلے برتن میں جراثیم یا کوئی بھی ضرر رساں چیز پڑ سکتی ہے۔ شریعت اسلامیہ میں اس کی تاکید کی گئی ہے کہ برتنوں کو ڈھک کر رکھا جائے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

عن جابرؓ عن النبي ﷺ قال: اغلق بابك واذكر اسم الله فان الشيطان لا يفتح بابا مغلقا واطف مصباحك واذكر اسم الله و خمر اناءك ولو بعود تعرضه عليه. واذكر اسم الله و أوك سقاءك واذكر اسم الله عليه.

(أبو داؤد: كتاب الاشربة، باب في ايكاء الآنية)

''حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دروازے کو بند کر دو اور اللہ کا نام لو بے شک شیطان کے اندر بند دروازے کو کھولنے کی تاب نہیں ہے۔ چراغ بجھا دو اور اللہ کا نام لو۔ برتن ڈھانپ دو اگرچہ لکڑی کی کوئی ڈنڈی ہی کیوں نہ ہو، اسی سے ڈھانپ دو۔ اور اللہ کا نام لو اور پانی کے برتن کا منہ بند کر دو اور اللہ کا نام لو۔''

کھانا پینا انسان کی ایک فطری ضرورت ہے۔ آدمی کو بھوک لگی ہو تو وہ بسا اوقات کھانے پر ٹوٹ پڑتا ہے اور ضروری صفائی ستھرائی کا اہتمام نہیں کرتا ہے۔ شریعت میں کہا گیا ہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ منھ دھو لینا چاہیے تاکہ کھانے کے ساتھ ہاتھ کی گندگی یا میل کچیل منہ اور پیٹ میں نہ جائے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

بركة الطعام الوضوء قبله والوضوء بعده.

(أبو داؤد: كتاب الأطعمه، باب غسل اليد قبل الطعام)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کھانے کی برکت اس میں ہے کہ کھانے سے پہلے وضو کیا جائے اور کھانے کے بعد بھی وضو کیا جائے۔''

کھانے کے بعد ہاتھ منہ دھونے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تاکہ ان اعضا سے کھانے کے اجزا صاف ہو جائیں۔ حدیث میں اس کی بھی تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد ہے:

عن أبی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ: من نام و فی يده غمر ولم يغسله فأصابه شیء فلا يلومن الا نفسه.

(أبو داؤد: كتاب الأطعمه، باب فی غسل اليد من الطعام)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کھانا کھانے کے بعد ہاتھ منہ دھوئے بغیر سو جائے اور اس کے ہاتھ میں کھانے کے اجزا موجود ہوں تو اگر اسے کوئی ضرر لاحق ہو تو وہ اپنے آپ ہی کو کوسے، کسی دوسرے کو ذمہ دار نہ ٹھہرائے۔''

کھانے کے بعد ہاتھ منہ دھونے کے علاوہ حدیث میں رومال یا تولیہ استعمال کرنے کی بھی ضرورت بتائی گئی ہے، جس سے اسلام میں صفائی ستھرائی کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ حدیث میں ارشاد ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ: اذا أكل أحدكم فلا يمسحن يده بالمنديل حتى يلعقها او يلعقها.

(أبو داؤد: كتاب الأطعمه، باب فی المنديل)

''حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو اس وقت تک ہاتھ کو رومال سے نہ صاف کرے جب تک اس کو وہ خود چاٹ نہ لے یا کسی سے چٹوا نہ لے۔''

بعض لوگ پیاس کی شدت سے یا عادت کے بہ طور پانی پینے کے دوران برتن ہی کے اندر سانس لیتے ہیں۔ شریعت میں یہ طریقہ بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے کیوں کہ یہ نہ صرف انسانی وقار کے خلاف ہے بلکہ اس سے ضرر پہنچنے کا بھی اندیشہ رہتا ہے۔ اس لیے حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

عن ابن عباسؓ قال: نهى رسول الله ﷺ أن يتنفس فی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاناء أو ينفخ فيه. (أبو داؤد: كتاب الأشربة باب في النفخ في الشراب)

''حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ برتن کے اندر سانس لی جائے یا اس میں پھونک ماری جائے۔''

اسلام میں صفائی ستھرائی کی اہمیت ہی کے پیش نظر ان جانوروں کا گوشت حرام قرار دیا گیا ہے، جو گندگی یا مردار کھاتے ہیں، جیسے سور، کتا، چیل، کوا، وغیرہ۔ اس کے علاوہ بعض ایسے جانوروں کا گوشت بھی حرام ہے، جن کا شمار گرچہ حلال جانوروں میں ہوتا ہے لیکن عادتاً وہ گندگی کھاتے ہیں۔ جیسے بعض مرغیاں اور گائے جن کی غذا اناج یا گھاس ہے مگر کسی وجہ سے وہ گندگی کھانے لگتے ہیں تو ان کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے اور ان کا گوشت استعمال نہ کیا جائے۔

حدیث میں ارشاد ہے:

نهى رسول الله ﷺ عن أكل الجلالة و ألبانها.

(أبو داؤد: كتاب الأطعمه، باب النهى عن أكل الجلالة و ألبانها)

''رسول اللہ ﷺ نے گندگی کھانے والے جانوروں کے کھانے اور اس کا دودھ استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

صفائی ستھرائی کا باطنی پہلو

اسلام نے نہ صرف ظاہری اور جسمانی صفائی ستھرائی کا حکم دیا ہے بلکہ اس کے نزدیک اصل صفائی ستھرائی باطنی اور اخلاقی ہے۔ دل و دماغ میں اگر گندگیاں بھری پڑی ہوں تو ظاہری صفائی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ اخلاقی پہلو سے آدمی گندا ہو تو کپڑوں کی چمک دمک اس کی گندگیوں کو نہیں چھپا سکتی۔ عقائد و افکار اگر نجس ہوں تو گھر کی زیب و زینت بے کار ہے۔ غرض کہ شریعت اسلامیہ کے نزدیک اصل صفائی ستھرائی باطن، دل و دماغ اور عقیدہ و فکر کی مطلوب ہے اور اس پر وہ زیادہ زور ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ نَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ (الشمس: ۷-۱۰)

''اور نفس انسانی کی اور اس ذات کی قسم، جس نے اسے ہموار کیا۔ پھر اس کی بدی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کردی۔ یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو (گناہوں) سے آلودہ کرلیا۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ (التوبۃ:۱۰۳)

''اے نبیؐ! تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انھیں پاک کرو اور نیکی کی راہ میں انھیں بڑھاؤ اور ان کے حق میں دعائے رحمت کرو۔''

سوال پیدا یہ ہوتا ہے کہ باطنی صفائی ستھرائی کیا ہے اور کن چیزوں سے اس کو پاک صاف رکھنا ہے! اس کا جواب یہ ہے کہ کفر، شرک، نفاق اور معصیت۔ یہ باطنی گندگیاں ہیں۔ اسی لیے قرآن میں اہل شرک کو نجس کہا گیا ہے اور ان کو مسجد حرام میں آنے سے روکا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ (التوبہ:۲۸)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، مشرکین ناپاک ہیں۔ لہٰذا اس سال کے بعد یہ مسجد حرام کے قریب نہ پھٹکنے پائیں۔''

منافقین زبان سے بہ ظاہر اسلام کا اقرار کرتے تھے مگر ان کے دلوں میں نفاق کی گندگیاں بھری پڑی تھیں۔ اس لیے قرآن میں ان کے بارے میں وارد ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو پاک صاف کرنے والا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (المائدہ:۴۱)

''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنا نہ چاہا۔ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے۔''

کفر، شرک اور نفاق، دلوں کی تاریکیوں کا نام ہے۔ جو شخص ان تاریکیوں میں پڑ کر زندگی گزارے گویا وہ گندگیوں میں پڑ کر زندگی گزار رہا ہے۔ کیوں کہ تاریکی میں صفائی اور گندگی کے درمیان تمیز کرنا مشکل ہوتا ہے، جب کہ روشنی میں ان دونوں کے درمیان فرق کرسکتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن، اسلام اور رسول کو تاریکیوں سے نور کی طرف نکالنے والا قرار دیا ہے۔ کیوں کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدمی اس نور میں آ کر صاف ستھری زندگی گزارنے کے لائق ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الٓرٰ ۟ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ (ابراہیم:۱)

''ال ر۔ اے محمدؐ! یہ ایک کتاب ہے، جس کو ہم نے تمھاری طرف نازل کیا ہے تا کہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاؤ۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗـــُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

(البقرہ:۲۵۷)

''جو لوگ ایمان لائے ہیں، ان کا حامی و مددگار اللہ ہے اور وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی میں نکال لاتا ہے اور جو لوگ کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں ان کے حامی و مددگار طاغوت ہیں اور وہ انھیں روشنی سے تاریکیوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔ یہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔''

کفر و شرک اور نفاق کے علاوہ کبر و غرور، غصہ، حسد، کینہ، لالچ، چغل خوری، جھوٹ، غیبت اور تمام قسم کی بداخلاقیاں اور رذائل، باطنی گندگیوں میں شمار ہوتے ہیں اور ان سے بچنے کی شریعت میں تاکید کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الحجرات:۱۲)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت گمان کرنے سے بچو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ جاسوسی نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تمھارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ دیکھو، تم خود اس سے گھن کھاتے ہو، لہٰذا اللہ سے ڈرو، اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماخذ ومراجع

القرآن الکریم منزل من اللہ عزوجل

تفاسیر:

تفسیر القرآن العظیم، ابوالفدء عمادالدین اسماعیل ابن کثیر الدمشقی۔

جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ابوجعفر محمد بن جریر الطبری۔

الجامع لاحکام القرآن، ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی۔

احکام القرآن، ابوبکر احمد بن علی الرازی الحنفی الجصاص۔

تفہیم القرآن، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ۔

حدیث:

الجامع الصحیح المسند من احادیث رسول اللہ ﷺ، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری۔

صحیح مسلم، مسلم بن حجاج القشیری النیسابوری۔

الموطا، مالک بن انس الاصبحی۔

جامع الترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی الترمذی۔

سنن ابی داؤد، ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی۔

سنن ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ القزوینی۔

المسند، احمد بن حنبل الشیبانی۔

سنن نسائی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی۔

مشکوٰۃ المصابیح، الخطیب التبریزی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیض القدیر شرح جامع الصغیر، عبدالرؤف المناوی۔
مختصر شعب الایمان للبیہقی، ابوجعفر عمر القزوینی۔
نصب الرایۃ علی احادیث الھدایۃ، زیلعی جمال الدین ابومحمد عبداللہ الحنفی۔

تاریخ وسیرت:

السیرۃ النبویۃ، لابن کثیر الدمشقی۔
تاریخ الرسل والملوک، ابوجعفر محمد بن جریر الطبری۔
مواقف من سیرۃ الرسولؐ، الامین الحاج محمد احمد، رابطۃ العالم الاسلامی، مکۃ المکرمۃ

فقہ:

بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتدر ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد ابن رشد القرطبی۔
المغنی علی مختصر الخرقی، ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد ابن قدامہ المقدسی
التشریع الجنائی الاسلامی، عبدالقادر عودہ مصری
فقہ السنۃ، لسید السابق
الجہاد فی الاسلام، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق، سید جلال الدین عمری مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی

متفرقات:

ابجد العلوم، صدیق حسن خان القنوجی
الصبر فی القرآن، یوسف القرضاویؒ
دعوت دین اور اس کا طریقۂ کار، امین احسن اصلاحی
قرونِ وسطیٰ کے مسلمانوں کے سائنسی کارنامے، ڈاکٹر غلام قادر لون،
مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی
مسلمان اقوام کے زوال کے اسباب، ڈاکٹر جرمانوس (ہنگری مستشرق)
اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

MARKAZI MAKTABA ISLAMI PUBLISHERS
مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

PN - 921